فریادِ شاد

(در فراقِ آصف پرشاد)

مُصنّفہ

عالیجناب معلّی القاب وزارت پناہ فتوت دستگاہ

راجۂ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر

"جی - سی - آئی - ای"

یمین السلطنۃ پیشکار و وزیرِ اعظم

دولتِ آصفیہ

۱۳۲۹ھ

مطبع اختر دکن بازار افضل گنج حیدرآباد میں چھپا

فریادِ شاد

(در فراقِ آصف پرشاد)

مُصنّفہ

عالیجناب معلّی القاب وزارت پناہ فتوت دستگاہ

راجۂ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر

"جی - سی - آ - ئی - ای"

یمین السلطنۃ پیشکار و وزیرِ اعظم

دولتِ آصفیہ

۱۳۲۹ھ

مطبع اختر دکن بازار افضل گنج حیدرآباد مین چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرط عشق است کہ از دوست شکایت نکنم
لیکن از شوق حکایت بزبان می آید

ہر فرد بشر جو ذی عقل ہے وہ اس بات کو اچھی طرح سے محسوس کر سکتا ہے کہ انسان دنیا مین پیدا ہو کر صرف آرام و آسائش کے ساتھہ اپنی معینہ زندگی کو بسر نہین کرتا۔ بلکہ بڑی بڑی سختیون اور رنج و افکار کے ساتھہ مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ فلک کی گردشین اس مشت خاک انسان ضعیف البنیان کو گھس گھس کر مٹاتی ہین۔ مگر واہ رے انسان۔ قدرت نے اسی کا حوصلہ عالی کیا ہے۔ اور اسی کی ہمت کو چار چاند لگے ہین۔ اور اسی کے

استقلال کو کوہ تمکین کے مرتبہ کا خلعت دیا گیا ہے اور یہی کے صبر کو دیکھ کر ملائک بھی انگشت بدندان ہوتے ہین کہ ہر طرح سے سختیون کو جھیلتا ہوا اس زندگی کے سمندر سے اپنے سفینۂ خاکی کو پار لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس دار الامتحان مین پاس ہو کر عدم کی راہ لیتا ہے۔

بیشک یہی دنیا جاے امتحان ہے۔ کوئی بشر چاہے کہ بلا کسی آفت اور مصیبت کے اپنے کو راحت کے پالنے مین جھولتا ہوا دیکھے نا ممکن محض ہے۔

نت نیا ایک سانحہ پیش آتا ہے اور وہ ایسا سخت ہوتا ہے کہ انسان کے عقل و ہوش رفو چکر ہو جاتے ہین۔ ناخنِ تدبیر حلِ عقد نہین کر سکتا بلکہ نا امیدی ہوتی جاتی ہے۔ لیکن جب انسان ہوش سنبھالتا ہے اسکی آنکھون کے روبرو آئے دن نئے نئے نیرنگیون کے تماشے ہوتے جاتے ہین۔ اور چار و ناچار مصائب برداشت کرنے کے لیے قدرت بیٹھے بٹھوک ٹھوک کر ہمت بلند کرتی جاتی ہے کہ سب کچھ بھگت

لیتا ہے اور جن آفتون اور مشکلون کو وہ ناقابل برداشت
سمجھتا ہے بمصداق اس شعر کے انکو برداشت کر ہی لیتا ہے

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

اسی شہسوار کا کام ہے کہ توسنِ ہمت پر استقلال کا زین کسکر
اپنی شہسواری کے فنون دکھاتا ہے۔ اور تحسین و آفرین
کے خلعت کا مستحق ہوتا ہے۔

بہر حال جس بشر کو دیکھو خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ ہر ایک
کے واسطے قدرت نے علیٰ قدر مراتب جسطرح نیکیون اور نعمتون
کا انحصار کیا ہے ویسے ہی مصائب اور افکار کی برداشت
کی بھی قوت عطا فرمائی ہے۔ لیکن چونکہ انسان کی بنیاد
ضعیف ہے اسلیے پہلے پہل جب کسی مصیبت سے سابقہ
پڑجاتا ہے اُسکو نہایت مشکل اور سخت سمجھتا ہے۔ رفتہ رفتہ
جیسے جیسے وہ تکالیفِ روزانہ کا زیر مشق بنکر عادی ہوتا جاتا
ہے اُسکو تکلیف کی حس بھی کم ہوتی جاتی ہے۔

بجز اسکے کچھ چارہ نہین کہ ہم بلند ہمتی کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑین اور اس راہِ دشوار گذار کی خوفناک گھاٹیون کو صبر اور شکر کے ساتھ طے کرین -

اس مین شک نہین کہ انسان کی ہر قسم کی فکر یا رنج یا الم کا اثر دو حصون پر منقسم ہے - ایک جسم سے متعلق ہے - دوسرا روح سے - اور ان دونون مین چولی دامن کا ساتھ ایسا ہے کہ جسم کی تکلیف کے ساتھ روح کو ہمدردی کرنی پڑتی ہے اور روح کی زحمت کے ساتھ جسم کو بھی حصہ لینا پڑتا ہے - مگر در حقیقت روحی صدمہ سب سے بڑا سخت اور مشکل ہوتا ہے اس صدمہ کے بھی صدہا اقسام ہین جنکی تفصیل موجبِ طوالت ہے - چونکہ مجھے اپنی بیتی کو ان حروف کے اشکال مین لاکر محب اور ہمدرد - خدا ترس احباب کو اپنے رنج اور غم مین شریک کرنا مقصود ہے کہ میرے دکھ کی یہ بھی ایک دوا ہے اسلیے مین اس موقع پر اپنے جوشیلے خیالات کو تھام تھام کر واقعات کی حد تک ہی محدود رکھتا ہون -

اگر کہین اس منچلے دل کی بدولت قلم درازیِ شب ہجر کا چرچہ اڑائے ۔ اور اس دردِ دل کے بیان کو امید کی طرح طولانی کردے تو معافی کا خواستگار ہون ۔

آمدم بر سر مطلب ۔ روحی صدمون کے اور جہان اقسام متعددہ ہین ۔ ان مین سے بعض اُن اسباب کو مختص طور پہ نامزد کرتا ہون جن کے سبب سے انسان کی زیست پر اُسکا صرف بُرا اثر ہی نہین پڑتا بلکہ مرغِ روح قالبِ عنصری سے پرواز کر جاتا ہے ۔

(۱) سب سے مقدم پاسِ عزتِ ناموس ۔

(۲) عشق

(۳) محبت

یہ تین ابواب مختص ہین جن سے ہر فرد بشر بقدرِ مراتب احساس پذیر ہے ۔ اور یہ تین اصل ہین گو مفرد ہین ۔ مگر حقیقت مین بہت سے اسباب کے ساتھ مرکب ہین ۔ انھین مین سے کسی ایک کے ساتھ انسان کو سابقہ پڑتا ہے ۔ خواہ اُس سے

کسی جُز سے ہو یا اصل سے ۔

جسطرح ایک انسان کو اپنا پاس عزت ملحوظ ہوتا ہے اور عزت کی خاطر اپنی جانِ عزیز کو بھی اُسپر نثار کرنے مین کمی نہین کرتا ہے ویسا ہی عشق کا حال ہے اور اسی طرح محبت ہے ۔

اگرچہ عشق اور محبت معناً مترادف الفاظ سمجھے جائین تو ممکن ہے ۔ مگر ان دونون کے مدارج اور مراتب اور احساسات اور اسباب مین بہت بڑا فرق ہے ۔

عشق کا مرتبہ اگرچہ تمام دنیا اور تمام دنیا کے ہر فرقہ اور گروہ مین سربلند رہا ہے ۔ مگر مشرقی فرقہ کے اُس گروہ مین جو حقیقت بین اور حق پرست اور حق شناس ہین نہایت وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ۔ اور اُن کی محفل مین یہ شمع آفتاب جہانتاب کی عزت سے بڑھکر معزز سمجھی گئی ہے اور اس کا علَم صاحبدلون کے ملکِ دل مین سربلند ہوکر لہرا رہا ہے ۔

(۳) محبت اپنے ملک مین اگرچہ ایک سربرآوردہ حکمران ہے لیکن اُسکے درباری اُس پایہ اور منزلت کے نہین ہین ۔ جو

حضرت عشق کے دربار مین عزت پائے ہوے ہین جب کبھی اس مین غیر معمولی ترقی ہوکراس کی شان ارفع ہو جاتی ہے تو عشق کی صورت مین جلوہ گر ہوکر اپنا کام کر جاتی ہے۔

محبت! ہاے محبت۔ واے محبت۔ کسقدر پیارا اور دلچسپ اور دلگداز لفظ ہے کہ جہان اسکا نام آیا۔ سب سے پہلے حضرت دل پر ایک خاص اثر پڑ گیا۔ اس کا نام اس قدر پیارا ہے کہ ہر ایک محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور دلمین جگہ دیتا ہے۔ اسکا سکّہ سب کے دلون مین رواج پائے ہوے ہے۔ دُنیا جو دارالامتحان ہے اُس مین اس کا امتحان پاس کرنا سخت مشکل ہے اس سبجکٹ مین بہت سے نازک مضامین ہین جنکا خیال کرنا اکثر غیر اختیاری سمجھا گیا ہے اور تجربے سے بھی ہر ایک کو ثابت ہوتا ہے کہ اس کا امتحان بہت سخت ہے۔

خصوص اولاد کی محبت یہ سبجکٹ بھی ایک اہم ہے۔ اسکی محبت مین جو دشواریان اور اسکے انجام مین اگر خلاف واقع ہو تو

جو خرابیان واقع ہوتی ہین اُسی کے دل سے کوئی پوچھے
جو اس مین مبتلا ہوا ہو ؎

داغِ غم اولاد پدر سے کوئی پوچھے
اس زخم کو بسمل کے جگر سے کوئی پوچھے

اولاد کی محبّت نے نہ صرف شایستہ اور مہذب دلون پر دہاوا کرکے ملک دل کو مسخر کر رکھا ہے بلکہ اجہل سے اجہل اور جنکو یہ بھی تمیز نہین کہ محبت کیا چیز ہے اور ایسے گروہ اور فرقون مین جو انسان کی صورت مین ہین مگر انسان کو اپنا شکار سمجھکر اُس کے گوشت کو طعام اور اُسکے خون کو مے رنگین سمجھ کر کھایی جاتے ہین۔ اُنکے دلون کو بھی اولاد کی محبت نے ایسا گرویدہ کر رکھا ہے کہ آپے سے باہر ہوے جاتے ہین۔ درندہ۔ پرندہ۔ چرند طیور۔ وحوش یہ بھی اس مین مبتلا ہین۔

جبکہ مجھے خود اقرار ہے کہ وحوش و طیور بھی اس دردِ محبت کا ذائقہ چکھے ہوے ہین تو پھر مجھے خاص اس مین خصوصیت کیا ہے؟

مین خود کہتا ہون کہ مجکو کوئی خصوصیت نہین - لیکن اسکی بدولت جو مصائب مین نے برداشت کیے ہین بخدا مین یہ سمجھے ہوئے ہون کہ ان مصائب کا برداشت کرنا میرے دل کے ہی ساتھ مخصوص ہے ؎

عشق نے گل وہ کھلائی ہین کہ جی جانتا ہی
مین نے وہ داغ اُٹھائی ہین کہ جی جانتا ہی

اپنی بیتی

فطرتاً مجھے اولاد کے ساتھ خواہ نرینہ ہو یا اناث سے بہت محبت ہے - میرا دل اس محبت کا متوالا ہی نہین بلکہ دیوانہ ہے -
میری سرگزشت اگر کوئی سُنے یا دیکھے تو انگشت بدندان رہیگا - کہ اس قدر تیر حوادث کا شکار ہوکر مین فتراک کے قابل کیون نہین ہوا - مگر مین یہ کہتا ہون کہ بالخصوص میری سرگزشت کا وہ حصہ جو اولاد سے متعلق ہے اسکو جب کبھی مین یاد کرتا ہون یا پڑھ کر دیکھتا ہون جسکو مین نے چہل سالہ سرگزشت مین

قلمبند کیا ہے تو بخدا مین خود متحیر ہو جاتا ہون کہ اس آفت کا تیر ستم کھا کر مین کسطرح بچ رہا جہان مین نے بچپن سے اپنے ایک حصۂ عمر سے کے نشیب و فراز خوفناک گھاٹیون کی راہ کو طے کر گئے ہوئے اڑتالیسوین سال کے کوچہ مین قدم رکھا ہے اس راستہ مین جو مصائب اولاد کے نقصان کے باعث برداشت کرنے پڑے وہ مختص ہین ان قیامت خیز مصائب کے مقابلہ مین میری ایک جان جواب تک سلامت رہی اسکو فضل الہی کہے بغیر چارہ نہین -

ایک سپاہی النسل سپاہی کے لیے توپ و تفنگ اور گولون کا مقابلہ کرنا اور تلوارونکی آنچ کے سامنے سینہ سپر ہونا بخدا آسان ہے مگر اولاد کے صدمۂ جانکاہ کا مقابلہ کر کے زندہ رہنا - ایک بڑی مہم کو طے کرنا ہے - ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

خداوند عالم جل شانہ نے اپنی مہربانی اور فضل و کرم کی بدولت مجھ ذرۂ بے مقدار اور ہیچمدان کو جہان انعامات دنیوی سے سرفراز کر کے

مشہور کیا۔ وہاں ایک یہ بھی تازیانہ میرے سمندِ زندگی کے لیے
رکھا ہے کہ اولاد کے صدمہ سے دلِ صد چاک کو زخمی کر دیا۔ اگرچہ
بظاہر لاعلمی کی بدولت ہم اُسکی حکمتون سے واقف نہین۔ اور
اسی وجہ سے صبر اور استقلال کا دامن چھوٹ جاتا ہے مگر ارادۂ الٰہی
کس مصلحت کا مقتضی ہے اس کا علم انسان کے فہم و ادراک سے
خارج اور دُور ہے۔

میرے آٹھ لڑکے راحتِ جان۔ نورِ چشم آسمان مراد کے
تارے۔ باغِ چند روزہ لال کے گل تر۔ قضا کی دستِ بُرد سے کملا گئے
ظاہر ہے کہ یہ آٹھ داغ مجھ جیسے انسانِ ضعیف کے دل و جگر کے
لیے ایسے ہین کہ ان مین ہر ایک تیر قضا سے کم نہ تھا۔ چنانچہ
سب سے پہلا لڑکا جو ۱۸۷۵ء مین پیدا ہوا اگر وہ زندہ رہتا تو انتیس
سال کی عمر کا ہوتا۔

الغرض راضی بہ رضاء اللہ رہا اور سینہ سپر ہو کر ان وارونکو
اپنے گلے کا ہار کیا۔ اور ان زخمونکو اپنے سینے کے لیے نعمت
سمجھا اور ان داغون کی بہار کو سدا بہار سمجھکر روح کو صبر و استقلال

کے مفرحات سے قوت بخشی۔ اور لا تقنطوا من رحمۃ اللہ پر نظر رکھ کر رب لا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین پر بھروسہ اور اطمینان کر کے اپنی دو روزہ زندگی کو بخوشنودی گذارا اور امید قوی تھی کہ خداوند عالم اس نقصان کا ایسا نعم البدل دیگا کہ پھر میں اپنی زندگی کو از سر نو تازہ دیکھونگا۔

جو لڑکے انتقال کر گئے اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام	تاریخ ولادت	تاریخ وفات
۱	چندو لعل	۵ رمضان سنہ ۱۳۰۱ھ	۲۰ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۳ھ
۲	چندا پرشاد	۲۴ محرم سنہ ۱۳۰۴ھ	۱۵ ذی حجہ سنہ ۱۳۱۷ھ
۳	رام پرشاد	۱۷ رجب سنہ ۱۳۰۶ھ	۵ شعبان سنہ ۱۳۰۷ھ
۴	محبوب پرشاد	۸ صفر سنہ ۱۳۱۲ھ	۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۰ھ
۵	نریندر پرشاد	۵ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۹ھ	۲۰ محرم سنہ ۱۳۲۰ھ
۶	بہادر پرشاد	۲۸ صفر سنہ ۱۳۱۰ھ	۱۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۶ھ
۷	محبوب احمد خان	۱۷ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۴ھ	۴ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۴ھ
۸	آصف پرشاد	۱۱ صفر سنہ ۱۳۲۸ھ	۱۲ صفر سنہ ۱۳۲۹ھ

خداوند عالم جل شانہ کی قدرت کے تصدق جائیے کہ ان لڑکوں

کی وفات کے بعد جسقدر اولاد ہوئی سب لڑکیاں ہوئین جن کی تعداد
لڑکیونکی کل تیرہ ازانجملہ اسوقت بفضلہ ۹ ہین اور سب خدا رکھے حی وقایم ہین -
البتہ چار لڑکیاں پہلے واصل بحق ہو چکی تھین -

الغرض جب مین یہ دیکھتا گیا کہ میری مختلف بیویون سے سوا
لڑکیون کے فرزند نرینہ ہوتا ہی نہین تو مجھے بعض اوقات مایوسی
سی ہوتی تھی لیکن خدا کے فضل سے نا امید ہونا ہر مذہب مین گویا
کفر ہے اسلیے مین اپنے دل کو ڈہارس دیتا تھا اور یہی کہتا تھا ؎

ہاتھ سے دامن امید نہ چھوٹے اے شاد
جسنے یہ داغ دیا ہے وہی مرہم دیگا

آخر مین نے دل مین یہ ٹھان لی تھی کہ اگر مشیت الٰہی ایسی ہی ہو کہ
کوئی اس گھر کا روشن کرنیوالا چراغ کسی بیوی سے بھی نہ پیدا ہو تو
مین یہ وصیت کر دون کہ میری لڑکیون کے اولاد نرینہ ہو تو ان مین
سے جو سینیر ہو بلا قید ملت و مذہب کے وہ میرا جانشین ہو - چنانچہ
مین اپنے پشت پناہ ظل اللہ کی بارگاہ مین اپنے خیالات کا
اظہار بذریعۂ عرائض کرتا رہا -

دوستونکی ہمدردی

مین تو اپنے مصائب اور مشکلات مین گرفتار تھا۔ جو مخالف تھے
اُنھون نے جب یہ دیکھا کہ کشن پرشاد کا کوئی وارث جائز جانشین
اس وقت تک عالم اسباب مین پیدا نہین ہوا۔ اور جو ہوا
وہ باقی نہین رہا اور نوا سا بھی اب تک کوئی نہین ہوا۔ بس پھر
کیا تھا اُنکو یہ شغل سوجھا کہ ایک خبر جھوٹی گھڑکر اُڑا دی جیسا کہ
عادت چلی آتی ہے کہ مین خدانخواستہ نعوذ باللہ من ذالک
اپنے قریب کے عزیزون مین سے کسی کی اولاد کو متبنیٰ کرنا چاہتا ہون
ہر صحبت مین اسی کے چرچے اور ہر محفل مین اسی کے تذکرے ہونے
لگے۔ یہان تک اُسکی ناگوار بو پھیلی کہ نہ صرف میرا ہی دماغ اُسکی
بُوے بد سے پریشان ہوا۔ بلکہ جو عقلمند اور عاقبت اندیش اور میرے
خیرخواہ تھے اُنکے نازک دماغ بھی پراگندہ ہوگئے۔

جو احباب میرے حالات اور خیالات اور ارادت سے واقف
تھے اُنکو یقین تو نہین آیا لیکن باور کرانے کی ایسی ناروا کوششین

کی گئیں کہ اس خبر کو تعجب کے کانوں سے سُنکر مجھ سے مستفسر حال ہوے اور جواب معقول پاکر مہر بر لب ہو گئے۔ اور بعض ناعاقبت اندیش دوست صورت دشمن سیرت لڈہ اور تفتیش خیالات کی غرض سے میرے دل کا مطلب اور منشا لینے آتے تھے اور اسی قسم کے تذکرے خواہ مخواہ نکال کر میری راے دریافت کرتے تھے۔ مین نے اخلاقاً ان لوگون کو تاکید کردی کہ ایسے فرسودہ اور بیہودہ تذکرے پھر نکرین اور بعض کے ساتھ ترش روئی سے پیش آکر کہدیا کہ یا تو آپکو مالیخولیا ہوگیا ہے یا خدا نکرے سب مجھے آپ نے مجنون بنایا ہے۔ میرا گھر حلوائی کی دُکان نہین ہے کہ دادا جی کی کوئی فاتحہ پڑہے آئندہ سے کوئی صاحب تبنیت کے تذکرے کو جسے مین نہایت نفرت سے سُنتا ہون اور اس مسئلہ کے متعلق فطرتاً اور تجربتاً مخالف راے رکھتا ہون مہربانی سے میرے گوش گزار نہ کرین ''

اور مین نے اُن سے یہ بھی کہا کہ فرض کرو کہ اس وقت تک کوئی فرزند نرینہ نہ بھی ہو تو لفضلہ میرے قوی اور عمر کے لحاظ سے آئندہ امید ہے'' اور مین نے اُن سے مزاحاً یہ سوال کیا کہ آپ کے

اعتقاد کے مطابق ناکارہ محض گئے بھی بزرگون کی کرامت اور دعا سے
اولاد ہوئی ہے تو کیا آپکو یقین ہے کہ خالق بیچون و بیچگون جلّ جلالہ
و جل شانہ کی قدرت کاملہ ایسی محدود ہو گئی ہے کہ سینتالیس سال کی
عمر مین کشن پرشاد کو وہ اپنے فضل و کرم سے محروم رکھیگا" اے سبحان اللہ

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

میرے اس سوال پر بغلین جھانک کر خموش ہو گئے اور اپنے ساتھیون
کے ساتھ ایسے فنرو ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ

درحقیقت میرے ذاتی خیال کی حد تک یہ مسئلہ کہ غیر کفو یا دور
کے رشتہ کا کوئی لڑکا۔ فرزند اور پوتے اور نواسے اور حقیقی یک مادری
برادر زادہ کی طرح اپنے خاندان کا خیرخواہ اور ہمدرد ہو گا اور اُس سے
نام باقی رہیگا ناممکن ہے۔

این خیال است و محال است و جنون

میرے نزدیک یہ مسئلہ ایک فرسودہ مضمون اور مبتذل قافیہ سے
زیادہ وقعت نہین رکھتا۔

الغرض میرے مضبوط اور مستقل خیالات برق کی طرح چمک کر

ناعاقبت اندیشون کے خرمنِ ہستی پر جب گرنے لگے تو بجولہ وقدرنہ سب کے ہوا و حرص وطمع کے منصوبے جلکر خاکِ سیاہ ہو گئے۔

کجا بود مرکب کجا تاختم

میرے چھوٹے لڑکے نراندر پرشاد کی وفات کے بعد جب کہ کسی بیوی سے نرینہ اولاد کا ظہور نہ ہوا تو اُسوقت میرے بعض عنایت فرماؤن نے اب یون دل لگی کے پردہ مین اصرار کرنا شروع کیا (تاکہ میری جگ ہنسائی ہو) کہ مین اس مقصدِ اولاد کے حاصل کرنے کے لیے فقرا سے امداد چاہون لیکن مین نے اس موقع پر ہادیِ حقیقی کی ہدایت کے طفیل سے اپنے استقلال کے قدم کو ضعیف الاعتقادی کے میدان مین رکھنا توکل کے خلاف سمجھکر سکوت کیا۔

چنانچہ عجب اتفاق کی بات ہے کہ بعض درویشِ گروہِ محمدی اور بعض فقراے ہنود نے اسبات کی خواہشِ ظاہر کرائی کہ مین اُنکے خاص اوقات مین حاضر ہوکر اولادِ نرینہ کے لیے

سوال کرون۔

چنانچہ بعض بعض فقرا وغیرہ نے نہایت وثوق کے ساتھ کہاکہ اُن کی دعا کی برکت سے ضرور اسی سال امید کے درخت مین کامیابی کے پھل آئینگے۔ مگر۔

من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال

جس سال ان صاحبون نے اپنی دعا کو قبول کا خلعت عطا ہونے کا یقین دلایا تھا۔ اُسی سال بفضلہ پھر لڑکی ہوئی اور مین نے نہایت ادب اور اخلاق کے ساتھ ایسا سوال کرنے سے اجتناب ہی نہین کیا بلکہ عجز و نیاز کے ہاتھون سے اُنکے قدم لیے۔ اور بعض بزرگوارون سے جن سے بے تکلفی کی ملاقات تھی یہ کہدیا کہ

"تاخدا داریم مارا ناخدا درکار نیست"

للہ الحمد کہ خدا نے آن بان رکھ لی۔ ایک زمانہ کی کایا پلٹ اور مخالفین کے ارادون کا نتیجہ برعکس نکلا۔ یعنی سال گزشتہ صفر کی بارہوین شب ۱۳۲۸ ہجری کو دعائے سحری نے قبولیت کا خلعت پایا۔ نسیم عنایت الٰہی کا جھونکا چلا۔ نخلِ امید بارور ہوا۔

یعنی خداوندِ عالم جل شانہ میری دوسری بیوی جو اہلِ ہنود سے ہے
اُسکے بطن سے فرزندِ نرینہ کا نور ظہور میں لایا - اشتیاق نے امید
کی گود ہی مین لیا - سعادت کا چہرہ روشن ہوا - محبت کے جھولے
مین جھلایا - بخت وسعادت نے عمر درازی کے پینگ دیے -
مگر یہ معلوم نہ تھا کہ قضا و قدر کے ارادے کچھ اور ہین -

شاد نواز بادشاہ حضرت ظلِ سبحانی نے (آصف پرشاد) کے
نام سے موسوم فرماکر عزت افزائی فرمائی - اور زیادہ مہربانی اُس
کریم کارسازکی یہ ہوئی کہ دوسری دو بیویون سے جو مسلمان ہین
اور دو روشن ستارے دئے - سبحان ربی الاعلیٰ

ناظرین خوب سمجھین گے کہ آصف پرشاد کی ولادت بعد
آٹھ لڑکون کے ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھی - اسکی شادیان ہنانے
مین بجز حاسد اور رشک کرنیوالے عزیز و اقارب کے کُل
احباب اور عنایت فرمایانِ شاد نے حصہ لیا - ہر طرف سے
مبارک سلامت کے چرچے ہوئے پنجاب اور لاہور اور امرتسر
کے اکثر صرفا احباب ہمقوم نے ہی اداے تہنیت سے اپنے

نیاز مند اور خادم شاد کی دل افزائی نہین کی۔ بلکہ بعض مہاراجگان عنایت فرما شاد نواز نے بھی گلدستۂ تہنیت کی مرحمت سے مولود اور اُسکے والدین کو شاد فرمایا۔ میری بڑی بیوی جو ہمقوم ہے اور جسکے تین لڑکیان ایک لڑکا عین موسم بہار مین داغ دے گئے اور اُسکے بعد سے اس وقت تک نخلِ امید بارور نہین ہوا۔ اسکو اس لڑکے کی ولادت سے بے انتہا مسرت اور شادمانی ہوئی اور اس مولود کو بلحاظِ قومیت گزرے ہوؤنکا نعم البدل اور اپنی آنکھونکا نور اور دل کا سرور سمجھے ہوے تھی۔ اور عجب اتفاق کی بات ہی کہ مجھے بھی علی الخصوص اس لڑکے سے غیر معمولی محبت ہوگئی تھی درحقیقت اسکی چمکتی ہوئی پیشانی اور قیافہ زبان حال سے کچھ اور ہی کہہ رہا تھا ؎

بالاے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

محبت کی آنکھ پیاری صورت پر سے نگاہ نہین اُٹھا سکتی تھی۔ بلکہ چشمِ تصور کی پتلیان ہر وقت اُسکی دل لبھانے والی صورت پر

تصدق ہوتی تھین خدا خدا کرکے جب تین ماہ کا زمانہ گزرا۔ مین نے ہواخوری کے لیے بھیجا دو بار ایسا اتفاق ہوا کہ ہواخوری کرائی گئی۔ تیسری دفعہ کی ہواخوری سے انضباب نزلہ کا بہانہ ہوا۔ گلے پھول گئے۔ اور بخار نے اپنا سکہ جمایا۔ اور ادھر روزانہ انواع واقسام کے تعویذ اور فلیتے اور لیمو خدا جانے اور کیا کیا اشیا تھے کہ اُس مولود کے بستر اور پلنگ اور جھولے کے نزدیک سے برآمد ہونا شروع ہوے۔ لیکن جہان کے پتھر وہین پھینکے گئے۔ عورتون کے مشتبہ اور بدگمان ہونے کے لیے یہ سامان کیا کم تھے۔ جیسے جیسے مرض بڑھتا گیا اور زمانہ طول کھینچتا گیا سحر اور جادو ٹونے کا خیال بھی مضبوط ہوتا چلا اور عورتون کی ضعیف الاعتقادی کا پرتو مردون کے دلون پر بھی ابر کیطرح چھا گیا۔ چنانچہ مشورہ کے بعد جسطرح ڈاکٹر ہنٹ کا علاج شروع کرایا گیا ویسا ہی دعا ہاے ردِ سحر وغیرہ کی فکر کی گئی۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب کبھی دعاے ردِ سحر وغیرہ پڑھی جاتی تھی مرض مین کسی قدر افاقہ معلوم ہوتا تھا۔ اور جیسے جیسے دوا دیجاتی

تھی اُسکا اثر کم نمایان ہوتا گیا یعنی۔

مرض بڑہتا گیا جون جون دوا کی

کی مثل صادق آتی جاتی تھی ۔ ڈاکٹر ہنٹ کے ساتھ ڈاکٹر
تفضل یاب جنگ اور ڈاکٹر نائڈو ۔ ڈاکٹر مرزا اسحاق بیگ ۔
ڈاکٹر محمد حسین بھی مشورہ مین شریک کیے گئے ۔ اس مین شک
نہین کہ تقریباً چار ماہ تک ڈاکٹر ہنٹ اور نیز دوسرے خیر خواہ
ڈاکٹر جس دلسوزی اور دلچسپی اور محبت اور محنت سے معالج
رہے مین اُنکا شکر گزار اور دل سے احسان مند ہون ۔ مشیتِ
اللہ تو کچھ اور تھی ۔ بخار مین کسی قدر کمی ضرور ہوئی ۔ مگر جسم سے
مفارقت نہین کی ۔ آخر جمادی الثانی کے مہینہ مین تبدیلِ آب و ہوا
کی غرض سے کوہ مولا پر (جو بلدہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے)
لے آیا افسوس ہے کہ تبدیل مقام بھی موافق نہین آیا ۔ لیکن
تھوڑے دنون کے لیے افاقہ ہوا ۔ اُسکے بعد ہی مین شملہ
سے جی ۔ سی ۔ آئی ۔ ای کا تمغہ حاصل کر کے بلدہ کو واپس ہوا ۔
اس عرصہ مین انصبابِ نزلہ کا دورہ تین بار ہوا اور تین بار دہی

کیفیت ہوئی جو پہلے دورہ مین رہی ایک روز طبیعت زیادہ تر جادۂ اعتدال سے متجاوز ہوئی تو مین نے لقمان الدولہ بہادر اسٹاف سرجن کے لیے سرکار سے اجازت چاہی چنانچہ معروضہ پذیرا ہوا۔ انکو اور ڈاکٹر عبدالغنی اور ڈاکٹر عبدالحسین مخاطب بہ ارسطو یار جنگ کو بھی شریک کیا۔ ارسطو یار جنگ خصوص فن سرجری مین اپنا نظیر نہین رکھتے۔

حکیم زسیہنواچاری جو مصرالی علاج کرتے ہین اور باستصواب لقمان الدولہ بہادر آئے۔ انکو دو وقتہ دیکھکر رپورٹ پیش کرنیکے لیے تاکید کردی۔ ڈاکٹرون کی راے مین یہ قرار پایا کہ (ملیریس فیور) ہے۔ لہذا کونین پچکاری کے ذریعہ سے دیجاے تاکہ خون مین جو سمیت کہ پیدا ہوگئی ہے وہ کیڑے مسموم ہوجائین۔ اور مریض کے حق مین کونین جیون بوٹی بنجاے اسپر مین بھی راضی ہوا۔ اور عمل کیا گیا۔ مگر اس مین اور بخار کی زیادتی ہوئی۔ پھر تو مجبوراً علاج بدلا گیا۔ یونانی اطبا کو جمع کرکے مشورہ کیا میرے عنایت فرما نواب خانخانان بہادر نے حکیم میر احمد علی جو سر وقار الامرا کی مدار المہامی کے

زمانہ میں مہتمم عرایض تھے انکے لیے سفارش کی۔ مین نے بحصول اجازت حضرت قدر قدرت انکا علاج شروع کرایا اور انھین کی خواہش کے موافق حکیم غلام احمد صاحب کو جو بظاہر نابینا مشہور ہین مگر چشم بصیرت کی دوربین ہین شریک رکھا۔ اسمین شک نہین کہ جب چار عنصر کی کشتی طوفان کے جزر و مد مین پڑی تھی۔ اُسکو حکیم میر احمد علی صاحب نے اپنی خدا داد قابلیت اور لیاقت کی بدولت بہت ہوشیاری اور عمدگی سے سنبھالا۔ تقریباً چار ماہ تک یعنی ایک ہفتہ موت کے قبل تک اُنھین کا علاج رہا۔ اس عرصہ مین ایک مہینے سوا مہینے کے لیے طبیعت صحت کی طرف مائل ہوئی۔ لیکن ناتوانی نے جسم کو ضعیف کر دیا تھا۔

ذیحجہ کی (۲۹) تاریخ کو پھر انصباب نزلہ کا دورہ ہوا۔ اب کے دورہ نہایت سخت تھا۔ اسکی ابتدا بتلاتی تھی کہ نتیجہ نیک نہوگا۔ بخار بشدت آیا۔ بجاے اسکے کہ علاج سے مزاج رو باصلاح ہو مرض مین اشتداد کی صورت پیدا ہوگئی۔ محرم کی پانچوین تاریخ کو بخار ایک سو ایک سے زیادہ ہوگیا تھا۔

سر چارلس بیلی رزیڈنٹ نے آصف پرستاد کو دیکھنے کی تمنا ظاہر کی تھی مین نے اُن سے بھی ملایا۔

حضرت خداوند نعمت مدظلہم العالی کی قدمبوسی سے اسی مہینہ مین مرحوم کو شرف حاصل ہوا۔ نذر پیش کرائی حضرت نے براہ بندہ پروری حسن قبول سے منظور فرماکر اور مزاج پرسی فرماکر عزت دوبالا فرمائی رفتہ رفتہ بخار مین ترقی ہوتی گئی۔ اور ادھر دوا اپنا اثر چھوڑتی گئی۔ اسوقت یونانی حکما سے مشورہ کیا۔ جس مین حکیم رکن الدین صاحب حکیم مصباح الدین صاحب حکیم شمشاد حسین صاحب۔ حکیم حامد حسین صاحب۔ حکیم الطاف حسین خورشید جاہی موجود تھے۔ مشورہ سے دوا دیگئی۔ کچھہ افاقہ ہوکر تیسرے روز پھر مزاج بگڑ گیا۔

جب دیکھا کہ مرض مین حد سے زیادہ شدت ہوئی اور بدغذائی کے باعث توانائی خوفناک درجہ تک پہونچگئی تو اپنے غمگسار دلنواز بادشاہ کی بارگاہ سے حکیم حاذق جنگ۔ حکیم میر امتیاز حسین صاحب حکیم عبدالوہاب صاحب کے لیئے اجازت حاصل کی

اور آخر الذکر صاحب تو بلحاظ کاروبار ضرور ہی نہ آ سکے۔ مگر دوسرے
اطبا ر نے جو میرے قدیم احباب سے بھی ہین تکلیف کی اور دیکھا
افسوس یہ ہے کہ طبیعت بے قابو ہوگئی تھی - اور اس عرصہ مین
پھر باصرار محلات ڈاکٹر ہنٹ کا علاج شروع ہو چکا تھا انتقال
کے ایک روز قبل مصراتی ویدونکو بھی جمع کیا۔ چنانچہ وفات کے
چند گھنٹے قبل جب ڈاکٹرون نے جواب دیا تو حکیم ہری گوبند ویدیہ
جو میرے بہی خواہون سے ہین اُنھون نے اپنی ہمتِ مردانہ
سے مریض کو اپنے ہاتھ مین لیکر علاج شروع کیا۔ مین تو دو روز
قبل سے ہی اپنے پیارے کی صورت کے درشن سے محروم تھا
مگر معلوم ہوا کہ حکیم ہری گوبند صاحب نے اخیر وقت جو علاج کیا گویا سحر
کیا آناً فاناً مزاج مین کایا پلٹ ہو گئی تھی۔ لیکن یہ گویا افاقۃ الموت
تھا بالآخر ۱۳ ر صفر ۱۳۲۹ھ ہجری کو اُس ہونہار نونہال کی آخری
سالگرہ ہوئی - میری زندگی کا ہرا بھرا پودا ہنستا کھیلتا بچہ گود
سے گور مین چلا گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون

بودنی بود ہر چہ خواہد بود
غم بدل داشتن ندارد سود

اس مین شک نہین کہ ازل مین مشیّت الٰہی کے قلم نے لوحِ محفوظ پر بمصداق جف القلم وبما ہیتاؤن جو تحریر کردیا ہے وہی ہوتا ہے۔ اور ہوا۔ اور ہوگا۔ اب رنج کس بات کا کرین۔ مگر بدنصیبی سے اُن بزرگون کی دعاے سحری اور توجہ قلبی بھی اثرپذیر نہوئی جنکے تقدس اور روحانی قوت اور خوارقِ عادات کی نسبت لوگ متفق اللفظ اور متحد البیان تھے۔ وہ لوگ وہی ہین جو طبقہ فقرا سے بلاقیدِ ملت ومذہب مشرقی عقیدت کے لحاظ سے اہلِ باطن سمجھے جاتے ہین اور مانے جاتے ہین اور ان کے خوارقِ عادات اور کرامات کے لوگ حلقہ بگوش ہین۔

ابتدا سے مرضِ آصف پرشاد سے مجھے جن جن فقرا سے (دونون مذاہب کے) ملاقات کرنے اور درشن سے لوٹ سمیٹنے کا موقع ملا۔ برسبیر تذکرہ جب کبھی اسکے مریض ہونیکی خبر سُنی تو بالاتفاق اور ایک زبان ہوکر اُسکی صحت کی خبر دیتے تھے۔ اور اُن کا یہ اطمینان دلانا

محض معمولی الفاظ کی صورت اور لباس مین نہ تھا جیسا کہ اکثر مواقع پر فقرا کا دستور ہے کہ ایسے الفاظ کہا کرتے ہین "انشاء اللہ دعا کرنا ہمارا کام ہے۔ صحت دینا اُسکا کام ہے"

"مشیت الٰہی مین بندے کا کچھ اجارہ نہین۔ وہ جو چاہے کرے لیکن اُمید رکھنی چاہیے"

"ہم بندے ناکارہ گنہگار ہین۔ ہمارا کام صرف دعا کرنے کا ہے اگر قبول کرے تو اُسکی مہربانی"

"اللہ تمہارے حال پر رحم کرے۔ تم بھی دعا کرو۔ ہم بھی دعا کرینگے خدا اسے مشکور فرمائے"

وغیرہ وغیرہ۔

یہ چند اوپر کے جملے جو مین نے لکھے ہین اُن فقرا کی زبانی سُنے ہین جو واقعی اپنے جامہ کے شیر اور اپنی ذہن کے پکے سمجھے جاتے ہین۔ مگر عجیب اتفاق کی بات ہے کہ اسموقع پر اکثر بزرگوارون نے اس کی صحت کے متعلق اسطرح اطمینان دلایا کہ گویا اپنے قول کی دستاویز ہر وقت مجھے دیتے رہے۔

وہ بھی معتبر اور مشہور فقرا سے سمجھے اور مانے جاتے ہین۔

مین نہین سمجھتا کہ کیا بخت و اتفاق کی بات ہے کہ ایک کا قول بھی درست نہ ہوا۔ نہ کوئی بات راس آئی۔ اگر مین انکو معمولی آدمی سمجھون تو اسکی کوئی وجہ نہین اول تو مجھ مین اسقدر قابلیت نہین کہ مین کسی کی حالتِ دردونی اور لطونی کا اندازہ کرسکون دوسرے کثرت کے ساتھ وہ لوگ جو بڑے بڑے صاحبِ مذاق علماے ظاہر مگر طریقت کے راہبر اور دانشمند سمجھے جاتے ہین جبکہ ان بزرگوارون کی اعلے مرتبتِ روحانی کی نسبت یکزبان ہین تو پھر وجہ کیا ہے کہ مین بلاضرورت اُن کی نسبت حسن ظن نہ رکھون۔ اور خواہ مخواہ بدظنی کرون جو اخلاقاً بھی نادرست ہے

بہرحال چند مختص بزرگوار اعلے طبقہ کے اور صاحبِ مذاق جو یہان مانے جاتے ہین۔ اُن مین سے ایک دو صاحبون نے دعوی کیا تھا یہ کہا کہ یہ لڑکا ہرگز نہ مریگا کہ یہ کشن پرشاد کا جانشین ہونیوالا ہے۔

مین نے اخلاقاً جب کہا کہ "خدا ایسا کرے"، تو بگڑ کر کہتے

لگے کہ ایسا کرے کیا معنی۔ میرے قول کا اعتبار نہین
ضرور وہ تیرا جانشین ہوگا۔ ہوگا ہوگا۔"

ایک صاحب نے جو مجھپر زیادہ مہربان ہین مجھ سے کہا
کہ وقتاً فوقتاً بچہ کے مزاج کی کیفیت سے اطلاع دیا کرون۔
چنانچہ ایسا ہی کرتا رہا۔ جب اُنھون نے میرے خط کا جواب
لکھا تو یہی لکھا کہ "کوئی اندیشہ نہین یہ ضرور اچھا ہوگا۔ مبارکباد
ہے تجکو۔"

جب حالت زیادہ نازک ہوئی اور بخار بڑھا تو مین نے
عرض کیا کہ بخار اب زیادہ ہوگیا ہے۔ دعاے خیر سے یاد شاد
فرمائیے۔ ارشاد ہوا کہ ہر عروجے را زوالے۔ اب بخار اُتر
جائیگا۔ خدا کی شان اُس شب سے اور بخار کی گرم بازاری گھٹ گئی
الحمد للہ۔ سبحے جناب مشکلکشا علیہ التحیۃ والثنا کا قول یاد آیا
عرفت ربی بفسخ العزائم سے بارہ مین نے ایک دن قبل
بچہ کے انتقال کے عرض کیا کہ "اب تو حالت بہت نازک
ہے کیا اب بھی آپ کی مبارکباد قبول کرنے کے لائق ہے۔"

ارشاد ہوا کہ بیشک ہماری مبارکباد خالی نہین جائے گی - ہزار نا توانی ہو جائے خدا مین بہت کچھ قدرت ہے - تم نا توانی سے نہ ڈرو "

چنانچہ بعض بعض فقرات کو اُن بزرگوارون کے درج ذیل کرتا ہون جن سے ظاہر ہوگا کہ ہر طرح اطمینان کی خبر دیتے تھے مگر میری بد نصیبی سے اُنکی سعی مشکور نہ ہوئی -

" برخوردار آصف پرشاد طال عمرہٗ کی کوئی فکر نہین کرنا - مین اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہون - خداوند میرا فضل کرے گا - کچھ فکر نہین "

دستخط

" مہاراج کا یہ ارشاد ہوا ہے کہ صاحبزادہ ولی نعمت جو اسوقت بیمار ہوے ہین وہ دیوگ نہین ہے بلکہ شریر بھوگ ہے چند روز یہی ہوتا رہیگا کہ چند روز اچھی حالت اور تھوڑی بیمار کی حالت - اس بیماری سے کسی طرح جان کا خوف نہین ہے " اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ آئندہ صاحبزادے کے مزاج مین نا توانی معلوم ہوگی - خدا صاحبزادے کو اچھا رکھیگا - کوئی گھبرانے کی

بات نہین ہے ،،

دستخط

"برخوردار آصف پرشاد تمہارا جانشین ہوگا۔ انشاءاللہ تعالے

انشاءاللہ تعالے بہت بڑی عمر ہوگی۔ زیادہ دعا۔

دستخط

"بخار کل سے ایک درجہ بڑہ گیا ہے تو کچھہ فکر نہین۔ اللہ تعالے

فضل کریگا اسکی بہت بڑی عمر ہے۔ انشاءاللہ تعالے کبھی

تمکو رنج نہ ہوگا۔ تم بھی سلامت تمہارا بیٹا بھی سلامت۔ ایسے

بخار سے رنج کرنا اور پریشان ہونا اچھا نہین۔ اسکی خوشیان تم

اپنے ہاتھ سے کروگے۔،،

دستخط

(راقم) فاعتبروا یا اولی الابصار۔ خوشیان اپنے ہاتھہ

سے کرنے کے عوض چشم و دل میرے ماتم کر رہے ہین۔ اللہ اللہ

"اللہ خواجہ میان کو صحت کامل عطا کرے گا،، خدا یتعالے

ان کو جلد صحت دے ،،

دستخط

(راقم) ایک عنایت فرما جب کبھی بچہ کا ذکر آتا تھا تو اسکا نام یون لیتے

تھے۔ "آصف پرشاد پیشکار" اور اسی القاب کے ساتھ اُسکے نام خط لکھکر مژدہ صحت سے والدین کے دل کو تسکین دی۔ "جب کوئی شے پوری ہوتی ہے تو اُسکی کمی پھر شروع ہوتی ہے۔ بخار کی انتہا اپنی حد کو پہونچگئی پس آج رات ہی سے تھوڑا تھوڑا کم ہوجائیگا آپ کوئی خوف نہ فرمائیے صاحبزادے صاحب ہر طرح سے محفوظ ہین الخ" دستخط

حیدرآباد کی چار دیواری کے ہی عنایت فرماؤن نے مژدہ صحت سے اطمینان نہین دلایا۔ بلکہ زیادہ دور دراز کے شاد نواز اصحاب بھی جن سے عقیدت ہے اُسکی صحت کی خبر دیتے رہے مگر سچ ہے وَمَا یَشَاءُونَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءُ۔

الغرض اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان خواہ روحانی ترقیات کی بدولت کسی درجۂ کمال کی معراج حاصل کرے مگر بندگی کا طوق جو ازل سے پڑا ہوا ہے وہ جبر و قدر کے مسئلہ کو صاف طور سے حل کردیتا ہے بعض خوارقِ عادات اور کرامات کا جو تذکرہ کتب مین درج ہے۔ انکے متعلق ہمارا کسی طرح سے یہ امین

چون و چرا کرنا ہی اچھا ہے یہ ظاہر ہے کہ روح کے کئی مدارج ہین - جن مین ایک وہ مرتبہ ہے جو قرب نوافل کی بدولت حاصل ہوتا ہے - اب اُس پایہ کے لوگ شاید بمصداق النادر کالمعدوم ہون تو ہونگے -

بد نصیبی کے عجب تاثیرات اور تماشے ہین کیا کہون کہ بڑے بڑے نجومی جن کو دم دعویٰ تھا اپنے احکام اور اخبار پر اُن لوگون نے بھی اسکی صحت کی خبر ہی نہین دی - بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ ایسے ایسے دعوے سکئے گویا خدائی ساری اُنکے ہاتھ مین ہے - اور یہ نعوذ باللہ زمین پر بیٹھکر آسمان کی خدائی کرتے ہین - سچ ہے کذب المنجمین برب الکعبۃ بڑون کی بات بڑی ہوتی ہے -

مین اپنے احباب سے کیا کہون کہ اُسکی بیماری نے مجھکو فرط محبت سے کیسا دیوانہ بنا دیا تھا کہ مین اپنے سے باہر تھا استغفر اللہ ربی جس نے جو تدبیر بتائی اُسکے کرنے سے دریغ نہین کیا ٹونا ٹوٹکا - تنتر - منتر تعویذ - فلیتہ - چلہ - جاپ - خیرات - ردو تحو

سیارگان وغیرہ وغیرہ سب کچھ اُسکی صحت کی خاطر کیا مگر

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

خدا کی باتین خدا ہی جانے۔ ہزار کچھ ہو۔ واصل شدہ خدا نہین ہوسکتا اگر کسی خاص موقع پر کسی بزرگ سے کوئی خاص بات ہوگئی تو اُس کی ذات کو کوئی اسمین دخل نہین بلکہ وہ سبب مسبب کی طرف سے سمجھنا اور یقین کرنا عین ایمان کی دلیل ہے۔

عقل کی دوربین لگا کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فی زمانا وہ دریاے وحدت و معرفت کے قطرے رہے نہین۔ جو دریا مین ملکر دریا کی قوت حاصل کرلین۔ اور بصورت دریا جو کام دریا کا ہے وہ کرگزرین ایسی حالت مین وہ قطرہ قطرہ نہین سمجھا جاتا۔ اسلیے کہ دریا کی ذات مین پیوست اور ایک جسم ہوگیا تو اُسکو اب سمندر ہی کہنا پڑیگا۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے

یون فنا ہو خدا کی ذات مین تو

تجھ مین بالکل خودی کی بو نہ رہے

فقرا کا ایک گروہ مقدس اور راست باز کیا ہندو اور کیا مسلمانون

ہین جو اب تک نیک نام تھا ایسے ہی ابواب سے بدعقیدون
کے نزدیک افسوس ہے کہ معرض زوال ہین آکر بدنام ہو چلا ہے
اللہ تعالے اپنا فضل کرے -

نالۂ بلبل شیدا تو سنے ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

برابر نو مہینے بچہ کی علالت کا سلسلہ جاری رہا بیمار سے تیماردار
کی حالت مین زیادہ الجھن پیدا ہو جاتی ہے - احباب اسبات
کو اچھی طرح سے محسوس کرسکتے ہین کہ دلِ امیدوار کی ساری
امیدونکا دارومدار جسپر ہو - اور بلحاظِ رواجِ خاندان اور قوم کے
جسکا وجود سوادِ خواہانِ خاندان اور مخالفین کے بعد از خرابی
بسیار نعمت غیر مترقبہ سمجھا گیا ہو - اور جسکے سر پر خدا کی جانب
سے کلانیت کا تاج رکھا گیا ہو - اور وہ بیٹا جسکو باپ کے
داغدار سینہ اور دل مجروح پر مرہم رکھنے والا ہنین ملکہ قدرت
نے خود مرہم بناکر پیدا کیا ہو اور جو پریشان حال اور فرزندون
کے غم کے بیمار باپ کا مسیحا بنکر آیا ہو - اُسکا داغِ فراق دردمند

باپ کس دل سے اٹھا سکتا ہے جس باپ کے تاریک گھر کا
روشن کرنیوالا آفتاب اور جس باپ کی شب غم کا مہتاب۔
جس باپ کی اجڑی ہوئی بزم کی شمع۔ جس باپ کی برباد شدہ بستیوں
کا آباد کرنے والا۔ جس باپ کے تاراج شدہ ملک دل کا
مالک۔ جس باپ کے خزاں رسیدہ باغ کی بہار۔ جس باپ کی
آنکھوں کا نور۔ جس باپ کے دل کا سرور۔ جس باپ کی قوت
کا سرمایہ جس باپ کے تخت حکومت کا پایہ جس باپ کی
دولت کی کنجی۔ جس باپ کے فرق اقبال کا تاج۔ جس باپ
کی عزت کا طرہ۔ جس باپ کے گلے کا ہار۔ جس باپ کا قوت بازو
جس باپ کے سر کا سہرا جس باپ کا عصائے پیری۔ وارث
جائز۔ کلاں اور جانشین صادق۔ قدرتاً۔ فطرتاً۔ رواجاً۔ شرعاً۔
شاستراً مسلم ہو اس عالم مثال میں چندروز کے لئے آفتاب
کے مانند طلوع ہوتے ہی قبل از وقت غروب ہوگیا ہو۔ اسکے
باپ کے دل کی حالت کیا کچھ ہوگی۔

دوستو! کیا وہ باپ انسان نہیں جسکو رنج نہ ہوا ہو۔ کیا اسکا

جسد یعنی کالبد عنصری پتھر کا ہے جو پامال ستم نہ ہو گیا ہو اور جس کا
گھر ماتم کدہ نہ بنا ہو - اور جسکے گھر کے آسمان کا ایک روشن
ستارہ نہ غروب ہوا ہو - ہاے جب وہ باپ ہزار حسرت
وارمان امید کی صورت دیکھ کر پھر ایک چشم زدن مین الآن
کما کان ناامیدی کے ساتھہ مقابل ہو جاے تو کیا اُس کی
زندگی ہمدوش اجل ہونا نہ چاہتی ہو گی ؟ کیا خواب و خور نذر غم
نہ ہوے ہونگے ؟ کیا اُسکا دل تیر حسرت کا نشانہ نہ بنا ہو گا ؟
کیا اُسکا جگر داغون کی بہار سے رشک گلستان نہ ہوا ہو گا ؟
کیا اُسکی آنکھہ اشک خونین کے جوش سے خونبار نہ ہوئی ہو گی ؟
کیا اُسکا دل مرغ نیم بسمل کیطرح خاک پر ترپنے کو معراج عروج
نہ سمجھتا ہو گا ؟ کیا اُسکا جگر آتش غم سے آتشکدۂ خلیل کا رنگ
نہ اُڑاتا ہو گا - ؟ کیا اُسکے لب صرف نالہ و فریاد نہوے ہونگے ؟

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ہاے آصف پرشاد تو اپنے باپ کے کلیجے پر اڑتالیس
برس کی عمر مین نوان داغ دیکر اپنی یادگار کی مہر کر کے فراق

دائمی کی دستاویز دے گیا۔ اے آرام جان۔ تو اپنے باپ کے
دلکی راحت کو پریشانی کے حوالے کر گیا۔ تو اپنے باپ کے
دلکو نشانۂ پیکانِ الم بنا گیا تو نے اپنے باپ کے کلیجے کو داغوں
کی سوزش سے جلا دیا۔ تو اپنے باپ کی پرنور آنکھوں کی تپلیوں
سے نور اڑا لے گیا تو نے اپنے باپ کی قوت بازو کو توڑ کر بیس
کر دیا۔ تو نے اپنے باپ کی کمر ہمت توڑ دی۔ تو نے اپنے باپ
کے تختِ تاجِ اولاد سے برہنہ کر دیا۔ تو نے اپنے باپ کے ساتھ
اے بیٹا وہ کام کیا کہ ساری دنیا دشمن ہو کر اگر چاہتی کہ تیرے باپ
کے اس دل کو جو صبر کا کوہ تمکین۔ انگشتری ایمان کا نگین۔ بازار
معرفت کا یوسف۔ میخانۂ حقیقت کا پیر مغان۔ طریق توکل کا خضر
ہے پریشان کر دے۔ اور بے قابو کر دے۔ طفل کی طرح
مچلا دے برق کے مانند تڑپا دے۔ پنبہ کے مثال جلا دے
خس کی طرح اڑا دے۔ اور اپنے مرکز سے ہلا دے تو بجز لے
عزوجل ناممکن محض تھا۔ مگر اے میرے چاند سی صورت والے
تیری ادا سے دلربایانہ نے جو ایک جھلک دکھا کر راہ میں آفتاب پا

کی طرح روپوشی اختیار کی - نہ صرف اُسکے دل کو ہلا دیا بلکہ اُسکو زندہ درگور کردیا ۔

نوحہ وفات حسرت آیات برخوردار آصف پرشاد

تیرے قربان اے مرے اللہ — میرے معبود میرے پشت پناہ

واہ رے شان بے نیازی کی — راہ کیسی ہے دلنوازی کی

کوئی شادان ہے کوئی ہے غمگین — تاکسی طرح دل کو ہو تسکین

شاہ کوئی ہے تو گدا کوئی — با نوا کوئی بینوا کوئی

نشۂ مے سے کوئی مست خراب — عشق سے ہے کسی کا دل بیتاب

حسن پر ہے کسی کے کوئی فدا — کوئی سمجھا ہے زندگی کو بقا

کوئی دنیا کے کام مین مصروف — کوئی عقبیٰ کی راہ کا معروف

کوئی دولت کے دام کا قیدی — سوے مذہب کسی کا مائل جی

کوئی میخانہ کے خمار مین چور — کوئی محو خیالِ حور و قصور

کوئی بتخانہ مین ہے طالبِ حق — کوئی مسجد مین کرتا ہے ہو حق

کوئی بت ہی کو جانتا ہے خدا — سنگِ اسود کا کوئی دل سے فدا

کوئی دیتا اذان ہے پانچون بار — کوئی ناقوس کی صدا پہ نثار

سجہ کے پھیر مین یہ سرگردان — اور زنار اسکا رشتۂ جان
کوئی قارون سا ہے دولتمند — مفلسی کا کوئی بنا پیوند
کوئی طرہ لگائے پھرتا ہے — خاک کوئی اڑائے پھرتا ہے
کوئی لیلے کے عشق مین مجنون — کوئی فرہاد کی طرح مفتون
بانکپن پر کسی کو اپنے گھمنڈ — کوئی کھاپی کے بنگیا مسٹنڈ
کوئی جاہ وحشم کا دل سے نثار — فوج کا کوئی ہے سپہ سالار
کوئی مان باپ پر ہے دل سے فدا — کوئی بیوی کا جان سے شیدا
کوئی بھائی کا قوت بازو — کوئی دل سے بہن پہ ہے لٹو
کوئی اولاد پر ہے دل سے نثار — جانتا ہے اسی کو باغ و بہار
کوئی کمل مین اپنے آپ ہے مست — کوئی سمجھے ہوے ہے نیست کو ہست
کوئی توحید کا خدا کی مقر — شرع کی راہ کا کوئی شاطر
کوئی رہبر رہ حقیقت کا — کوئی رہرو رہ طریقت کا
کوئی شاعر کوئی ہے صاحب فن — کوئی دونون جہان سے ایمن
الغرض اس جہان فانی مین — اور اس دور آسمانی مین
کبھی خالی نہین ہے کوئی بشر — ہر گئے راست رنگ و بوے دگر

کیسی قدرت ہے تیری اے مولا
کیسی نیرنگی ہے مرے آقا

سب تماشا ہے تو تماشائی
ہے سزاوار تجھکو دارائی

ایک مین ہون کہ دلفگار ہون مین
ایک مین ہون کہ بیقرار ہون مین

ایک مین ہون کہ دل مرا ناشاد
ایک مین ہون کہ گھر ہوا برباد

ایک مین ہون کہ روز روتا ہون
منہ کو اشکون سے اپنے دھوتا ہون

ایک مین ہون کہ لب پہ ہے مرے آہ
ایک مین ہون کہ ہون بحالِ تباہ

ایک مین ہون کہ دردمند ہون مین
آگ پر صورتِ سپند ہون مین

غم سے فرزند کے ہے دل ناشاد
کس سے تیرے سوا کرون فریاد

داغ تو ہین الٰہی سینے مین
تو ہی سوراخ ہین سفینے مین

داغ پہ داغ یا الٰہی پناہ
ایک سے ایک بڑھکے ہی جانکاہ

داغِ دختر ہین چار اسکے سوا
بے نیازی ہے کیا تری مولیٰ

گلِ صد برگ ہے دلِ صد چاک
ہائے برباد ہو گئی مری خاک

عمر کٹتی ہے آہ و زاری مین
شام سے صبح بیقراری مین

آخری داغ سب سے بڑھکے ہوا
سوزش اس مین مرے خدا ہے سوا

اسکو سمجھے ہوے تھا سب کا بدل
اسکو جانا تھا فضلِ عز و جل

آٹھ فرزند جب کہ پہلے مُوے | اور پیوند خاک جب کہ ہوے

صبر کر کے مین چپ رہا واللہ | صبر سے میرے ہے خدا آگاہ

نہ تو شکوہ نہ کچھ شکایت کی | کیہی راہ ہے طریقت کی

کی نہ مین نے کسی سے بھی فریاد | اور چاہی نہ غیر سے امداد

رہا راضی رضا پہ مولے کی | نہ شکایت کسی سے اصلا کی

ہرزہ گردی سے کرلیا پرہیز | تھی قناعت کی پاس دستاویز

کسی جوگی سے یا مشایخ سے | نہ کہا مین نے مجکو بیٹا دے

اور نہ اُن سے دعا کی خواہش کی | نہ دلی مدعا کی خواہش کی

توبہ توبہ مرے خدا توبہ | رازِ دل سے مرے تو ہے آگہ

سب نے بہتیرا مجکو سمجھایا | اور یارون نے مجھ سے ایسا کہا

جاؤ مانگو کسی ولی سے مدد | تا بر آئے جو ہے دلی مقصد

توبہ کی مین نے اور کیا انکار | اور کہا دل سے توبہ استغفار

فقرا نے بھی بعض مجھ سے کہا | چاہے تو اپنے درد کی جو دوا

ہان طلب کر ترا جو جی چاہے | شاد ہو اور مراد ہم سے لے

نہو فرزند اگر ترے بخدا | پھر نہ درویش ہمکو تو کہنا

عرض کی مین نے ہے بیجا ارشاد　　یہ نہین ہے کبھی یہ عادت شاد

غیر سے اپنی التجا مین کرون　　اور بن جاؤن بندہ کا ممنون

کب یہ بندے مین ایسی قدرت ہے　　کب یہ بندے کی ایسی عظمت ہے

بندہ بندہ ہے اور خدا ہے خدا　　گو کہ بندہ نہین خدا سے جُدا

پاس حفظِ مراتب اچھا ہے　　خاک کا کب بھلا یہ رتبہ ہے

جانتا ہون کہ ہے کرامتِ حق　　معجزے کو بھی حق سے ہی رونق

نہ تو ہندو نہ مین مسلمان ہون　　بزم وحدت کی شمعِ ایمان ہون

نہ ہون کافر نہ مین نصارا ہون　　جو محقق ہین اُنکا پیارا ہون

مین موحد ہون اور عارف ہون　　نہین ہوتا مین اپنی حد سے برون

صبر کرنا ہی بس ہے کام مرا　　ہے توکل ہی انتظام مرا

مجکو کافی ہے اک خدا کی ذات　　ہے خلاصہ یہ جسکی موجودات

وہی ہر رنگ مین سمایا ہے　　جسنے ڈہونڈا اُسی نے پایا ہی

ہے محیط اُسکا سب جگہ یہ نور　　زیرِ حکم اُسکے ہین تمام امور

دیر و کعبہ یہ دونون اُسکے ہین گھر　　کفر و اسلام دونون خوش منظر

کہین دریا ہے اور کہین دُر ہے　　اُسکے جلوے سے اک تحیّر ہے

اعتقاد اپنا کچھہ ضعیف نہین | چھوڑ دون حق کو تو شریف نہین
الغرض مین نے بعد عجز و ادب | نہین چاہا کسی سے بھی مطلب
جب ہوا مجھہ پہ فضل مولیٰ کا | بن گیا کام ایک دم مین مرا
مین نے منہ مانگی اپنی پائی مراد | دلِ ناشاد ہوگیا دلشاد
شکر اللہ کہ بیٹا حق نے دیا | جبکہ وہ مہربان مجھہ پہ ہوا
نام اسکا تو سب کو ہوگا یاد | لفظِ آصف کے بعد تھا پرشاد
کیا کہون مین وہ کیسا خوشرو تھا | دلربائے پدر تھا دلجو تھا
تھا مہِ خاندانِ چتردلال | باغِ شادان کا ایک تازہ نہال
میری آنکھون کا نور دل کا سرور | دلِ مادر تھا دیکھکر مسرور
الغرض اپنے اور پرائے سب | ہوئے محوِ سپاسِ رحمتِ رب
جو عدو تھے مرے ہوئے ناشاد | حسد اور رشک انکا تھا جلاد
آپ ہی آپ مرمٹے حساد | باغ دل انکے ہوگئے برباد
دوست جتنے تھے دیتے تھے وہ دعا | جتنے دشمن تھے روز صبح و مسا
بددعا دیتے اور جلتے تھے | کف افسوس اپنا ملتے تھے
ہوئے آمادہ رنج دینے پر | مستعد تھے وہ جان لینے پر

خبط اُن کو یہی سمایا تھا | جو سراسر بُرا تھا بیجا تھا
یہ مثل سچ ہے کچھ نہین ہے دروغ | قول سعدی کو ہے ہمیشہ فروغ
نیشِ عقرب نہ از پے کین است | مقتضائے طبیعتش این است
خیر سے تین ماہ کا وہ ہوا | ہوا خوری کے واسطے بھیجا
ہائے یہ بھیجنا بہانہ ہوا | وائے برباد میرا خانہ ہوا
تیسرے روز سے ہوا بیمار | مین ادھر فکر سے ہوا بیکار
نو مہینے رہا وہ ہائے فریش | تھا مرض مین کبھی کبھی کم و بیش
دوا درمن کا جب خیال ہوا | ڈاکٹر ہنٹ کا علاج رہا
سعی کی اُسنے اک زمانے تک | نہین اس مین ذرا بھی شبہہ و شک
وہی ہوتا ہے چاہتا ہے جو رب | چاہے ہو جائے خلق یکسو سب
بعد اُسکے علاج یونانی | ہوا لیکن بڑھی پریشانی
اور اُسکے سوا جو جس نے کہا | بیدریغ اُسکو دل سے مین نے کیا
یعنی خیرات و فدیہ اور صدقہ | نہ کبھی مین نے کی کمی واللہ
گنڈے تعویذ اور فلیتے بھی | روز ہوتے تھے رات دن یہ سبھی
کوئی چھوٹا نہ سالک و مجذوب | تھا مین طالب وہ سب کے سب مطلوب

چھان ڈالا تمام شہر دکن ‌ ‌ پھر ابر راہ و کوچہ و برزن

صرف طالب ہوا دعا کے لیے ‌ ‌ تا کہ اللہ اُسکو صحت دے

یہی کہتے تھے بچ رہیگا ضرور ‌ ‌ کرتے تھے دلکو میرے وہ مسرور

اس سے بھی بڑھکے دعوی کرتے تھے ‌ ‌ ہاتھ کانون پہ وہ نہ دھرتے تھے

سبکے دعوے غلط تھے قول دروغ ‌ ‌ نہ کسی نے بھی پایا اسمین فروغ

سارے مُلا نجومی آتے تھے ‌ ‌ اُسکی صحت کی قسمین کھاتے تھے

میرے مشرب کے سب خلاف کیا ‌ ‌ میرے مذہب کے سب خلاف کیا

کوئی دل مین ہوس نہین رکھی ‌ ‌ کی کسی امر مین نہین سے کمی

مجکو منظور اُس کا جینا تھا ‌ ‌ میرے دریا کا وہ سفینا تھا

دل سے مقصود اُسکی صحت تھی ‌ ‌ مفلسی کی مری یہ دولت تھی

اس طرف سال ایک پورا ہوا ‌ ‌ چھوڑ کر سب کو وہ اکیلا گیا

آرزوئین جو تھین ہوئین برباد ‌ ‌ ہوگیا شاد دفعتاً ناشاد

اب کہو دوستو کرون کیا مین ‌ ‌ کچھ تو بولو کہ اب کہون کیا مین

موت آتی نہین کہ مر جاؤن ‌ ‌ ہے محال اب کہ اُسکو پھر پاؤن

گود سے مان کی قبر مین سو یا ‌ ‌ باپ مان کے جگر کو داغ دیا

آسمان ہلے مجھ پہ ٹوٹ پڑا — کیا کہون کیا ستم یہ مجھ پہ ہوا

نہین اب تاب غم کے سہنے کی — نہین طاقت زبان سے کہنے کی

صبر کرنا ہے جبر کرنا ہے — ہان بہر حال صبر کرنا ہے

جی مین آتا ہے خوب سر پیٹون — مار کر ڈاڑہین خوب سا روؤن

مرغ بسمل کی طرح تڑپون خوب — خاک پر گر کے ہاے لوٹون خوب

جیب و دامان کو اپنے چاک کرون — خاک کو لیکے اپنے سر پہ ملون

خودکشی کا خیال آتا ہے — غم کلیجے کو کھاے جاتا ہے

جی بہلتا نہین ہے اب گھر مین — رہ نوردی کا ہے جنون سر مین

بھوک ہوتی ہے غم کو کھاتا ہون — خون پیتا ہون خون بہاتا ہون

راتدن اُسکا ہی تصور ہے — مثل آئینے کے تحیُّر ہے

نام اُسکا وظیفہ میرا ہے — کیا ہوا دل کو حال یہ کیا ہے

موت ظاہر کی ہے فراق ایسا — تا بہ محشر محال ہے ملنا

اس سے پیغمبرون نے مانگی پناہ — گھر کے گھر ہوگئے اسی سے تباہ

باپ کو اسنے غم پسر کا دیا — مان سے دختر کو کر دیا ہے جدا

دیا بیٹے کو اس نے باپ کا غم — اور بیٹی کو پیاری مان کا الم

دیا شوہر کو رنج بی بی کا　　اور بی بی کو اس نے بیوہ کیا
دوست کو دوست سے چھڑا کے رہا　　بھائی بہنوں میں تفرقہ ڈالا
ہے بظاہر اگرچہ موت کا رنج　　لیکن اسمیں نہاں ہیں گنج کو گنج
یعنی کہتے ہیں سب اسی کو وصال　　زندگی کا یہی ہے ایک کمال
قطرہ دریا سے جا کے ملتا ہے　　آدمی یاں سے جب نکلتا ہے
تھا تشبہ جو بحر منزہ ہوا　　درد عشاق کی یہی ہے دوا
سچ یہ ہے کل من علیہا فان　　بات یہ ایک ہے لیے پہچان
ہے محقق اگر تو شاد ہو شاد　　ہوگا ویران گھر ترا آباد
کبھی ہونا نہ دل سے تو مایوس　　مل نہ اصلا کبھی کف افسوس
جان جب تک رہے تمنا رکھ　　ذات پر رب کی تو بھروسا رکھ
وہی کام آیا اور آئے گا　　تیرا جی چاہے جو وہ پائے گا
لیکن افسوس وہ نہیں ملتا　　لاکھ دیکھو نظر نہیں آتا
جو تعین تھا مٹ گیا افسوس　　سب سے روپوش اب ہوا افسوس
اور صورت میں جلوہ گر ہوگا　　ہوگا واحد ہاں مگر ہوگا
ذات کو کب فنا ہے سوچو تو　　ہوش تمکو ذرا ہے سوچو تو

ہے تغیر فقط یہ صورت کو
حق ہے یہ بات میری دل سے سنو

نور ہر رنگ مین چمکتا ہے
پھول ہر باغ مین مہکتا ہے

ہے فنا سب کو اور اُسکو بقا
جو ہے باقی نہین ہے اُسکو فنا

بس بس اے شاد اب نکر فریاد
رنج و غم چاہیے نہ اس سے زیادہ

اُسکی حکمت کو جانتا ہے وہی
یہ جو نعمت تھی تجکو اُس نے دی

ملک کا اپنی ہے وہی مختار
تجکو کیا کام اس سے کیا سروکار

تو بھی ملک اُسکی اور سب دنیا
رکھہ چاہئے قدم براہِ رضا

شکر کر اُسکی نعمتون کا تو
نہ نکال ایک آنکھ سے آنسو

قوم کا اپنی تو جو کھتری ہے
یعنی اے شاد جب سپاہی ہے

اور رکھتا ہے عارفانہ طریق
کہتے ہین لوگ تجکو مردِ لئیق

اور مذہب ہے صوفیانہ ترا
باغِ وحدت سے آشیانہ ترا

چاہیے تجکو یہ کہ صبر کرے
چاہیے زندہ رہے کوئی کہ مرے

شکر کر شکر تا خدا ہو خوش
صبر کر صبر کبریا ہو خوش

لیکے ساقی سے جامِ وحدت پی
اس سے بڑھکر ہے اور کون خوشی

رہ تو راضی رضا پہ مولی کی
کر اطاعت ہمیشہ آقا کی

دل بیا رو بکار دست رہے		پھر جو جی چاہے بس خدا سے لے
چھوڑ ہرگز نہ تو طریقت کو		جان لے اپنی تو حقیقت کو
یہی معراج ہے یہی ہے نجات		لاکھ باتوں کی ہے یہی اک بات

ورد ہر وقت کر اسی کا تو
وحدہٗ لا الٰہ الّا ھو

تیرہویں شب ماہ صفر کی

اے تیرہویں شب ماہ صفر کی۔ اب کے سال تیرا خیر مقدم اگرچہ ساری دنیا نے منایا ہوگا۔ جسمیں میں بھی حصہ لیے ہوے تھا۔ مگر افسوس مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اب کے سال تیرا خیر مقدم میرے لیے بدنصیبی سے نا مبارک ہوگا۔

اے تیرہویں شب ماہ صفر کی۔ سال گزشتہ تو ہی تھی کہ تیرے خیر مقدم کی بدولت آصف پرشاد تولد ہوا تھا۔ تیرے ہی خیر مقدم کی برکت تھی کہ شاد کی اُجڑی ہوئی بستی از سر نو آباد ہوئی تھی۔ خانۂ بیچراغ اول روشن ہوا تھا۔ باغِ خزاں رسیدہ میرے

خیر مقدم کی برکت سے سر سبز ہو گیا تھا۔ خاندان چندو لال کا مہتاب طلوع ہوا تھا۔ بڑے ارمانون کے ساتھ تیرے آیندہ یعنی اس سال کے خیر مقدم کا انتظار تھا اور یہ امید قوی تھی کہ اب کے تیرا خیر مقدم نہایت شادی اور شادمانی کے ساتھ منایا جائیگا۔ آصف پرشاد کی سالگرہ کی خوشی منائی جائیگی۔ والدین کی دلی شادمانی معراج کے درجہ تک پہنچ گئی تھی سالگرہ کی تیاریون کے لیے ارمانون کا ہجوم تھا۔ یہ خیال کیا گیا تھا کہ آج کے روز نہایت تکلف اور دھوم دھام کے ساتھ گھر سجایا جائیگا مہمان اپنے قدوم میمنت لزوم سے گھر کو رشک ارم بنائین گے۔ گھر والے میزبانی کے لیے کمر بستہ ہو کر اپنے معزز مہمانون کی خدمت گزاری مین مصروف ہونگے در و دیوار شادمانی کی برکت سے پر نور ہونگے روشنی سے گھر بقعۂ نور بنے گا۔ پھولون کی مہک سے عندلیبان چمن گلستان کا دھوکا کھا کر مستانہ وار جھومتے ہوئے مکان کے در و دیوار پر بیٹھے چہچہاتے ہونگے اور اپنے نغمہ ہاے دلفریب سے مہمان اور میزبان دونون کو باغ باغ کر دینگے

مہمان میزبانوں اور صاحب خانہ کو مبارکباد دینگے۔ اور مبارک
سلامت کا جواب پائینگے۔ مسند زرین دولھا کے لیے بچھائی
جائیگی۔ تاکہ اُسپر جلوہ افروز ہونے کے بعد سالگرہ کی رسم ادا
کیجائے۔ میراثنین مبارکباد کو سُریلی آوازمین ادا کرینگی۔ نائنین
والدین اور سالگرہ کے نوشہ کے قرابتداروں کو مدہائی دیکر
اپنا انعام پائینگی۔ لولیان شوخ وشنگ اپنے نکھار بناؤ سنگار
سے پریون کے جھمکڑے کیطرح پرا جماکر مبارکباد گاکر والدین سے
معقول صلہ پائینگی۔ نوشہ کے والدین نوشہ پر سے روپیے اور
اشرفیان ہی بچھاور کرکے نائنون اور میراثنون کو بیل کا صلہ ہی
نہ دینگے بلکہ سبکو بقدر مراتب انعام اور سمدھیون کو تنبول دین گے
اور ملازمین اور ارباب نشاط مین انعام تقسیم ہوگا۔ اسکے بعد
والدین اپنے لخت جگر نور نظر۔ دلبند جگر پیوند کی خوشی سے بلائین
ہی نہ لین گے بلکہ ہزار جان سے تصدق ہونگے۔ اور اپنے دلی
ارمانون کو جو بخت خفتہ کی طرح سوتے پڑے تھے جگائین گے
مگر واے اے تیرہوین شب ماہ صفر۔ گو دن آج وہ نہ سہی

پر آج تو وہی تاریخ ہے کہ آصف پرشاد جسکی سالگرہ ہونیکی تاریخ
تھی اُسکی عمر کی آخری سالگرہ ہوگئی۔ اب کوئی گرہ اور نہ پڑیگی۔
ایک سال ہی مین عمر طبعی ختم ہو چکی۔ آج وہی تو ہے کہ تیرے
قدمون کی بدولت جو بستی آباد ہوئی تھی پھر اُجڑ گئی۔ گھر کے
آسمان کا ایک نیر تابان غروب ہوگیا۔ باغ حیدو لال کا گل سبز
نذر دست برد خزان ہوگیا۔ گلزار رشک بہار صحرائے خار
زار ہوگیا۔ جس شادمانی کے ساتھ اس سال تیرے خیر مقدم
منانے کا انتظار تھا اُس سے زیادہ رنج و غم کیساتھ تجھے دیکھ
رہے ہین آنکھین پرنم ہین۔ ہاتھ سینہ کوبی مین مصروف ہین
دل ایک طرف ماتم کرتا ہے۔ جگر ایک طرف ڈاڑھین مارتا
ہے۔ لب سے آہ بیساختہ نکلتی ہے۔ نالہ تیر بنکر چرخ گردون
کے پار ہو جاتا ہے شادمانی ایک طرف گوشہ خانہ مین سوگوار
ہوکر ماتم مین مصروف ہے سالگرہ کی تیاریون کے عوض
میت کی تیاری ہو رہی ہے ہار اور سہرے گوندھ کر لانیکے
عوض پھول میت پر چڑھانے کے لیے لائے گئے ہین

بیش بہا رنگین جوڑا نوشہ کو پہنانے کے عوض دو ہاتھ کا کفن سادہ سفید لایا گیا ہے۔ گھر سجانے کے عوض گور کھدوائی جا رہی ہے مسندِ زرّین کی عوض خاک کی مسند ہوگی۔ والدین کے ارمان اُس میت کے ساتھ قیامت تک لوری دیکر سلاتے رہین گے۔ مہمان ضرور آئے ہین مگر اُنکے چہرون پر وہ خوشی نہین۔ وہ نور نہین وہ فرحت نہین وہ چہل نہین۔ سب کی صورتین غنچۂ پژمردہ کیطرح کمہلائی ہوئی آنکھین قدحِ گل کی طرح ڈبڈبائی ہوئی۔ گھر والے میزبان مہمانون کے استقبال اور میزبانی کے لیے بمسرت آمادہ اور مستعد اور کمربستہ رہنے کے عوض اُنکو یہ بھی خبر نہین کہ کون آیا کون گیا۔ بلکہ اُنھین اپنی ہستی کی بھی خبر نہین کہ زندہ ہین یا مر گئے۔ گھر روشنی سے پُرنور بننے کے عوض چارطرف اندھیرا ہے۔ کہین کہین چراغ روشن بھی ہے تو داغ جگر کی طرح جل رہا ہے۔ بزم سُونی پڑی ہے شمعون کو موقوفی کا پروانہ مل چکا ہے۔ مہمان پیارے آصف پرشاد کی دُکھیاری مان کو مبارکباد دینے کے

عوض تعزیت ادا کر رہے ہین- کوئی آنسو پونچھتی ہے - کوئی ہمدردی کرتی ہے - کوئی خود بھی تاب غم نہ لا کر رو دیتی ہے - سب کے سب ہمدردی مین مصروف ہین- ان مہمانونکے علاوہ میراثنین- ارباب نشاط اور احباب خویش و اقارب جو جو لوگ سالگرہ کی تقریب کی مبارک رسم مین بہزار شادمانی عمدہ عمدہ رنگین لباس پہنکر شریک ہونے والے تھے آج وہ سب کے سب- ماتمی لباس مین میت کے ساتھ آخری سواری کے جلو مین شریک ہونے کو آئے ہین- دولھا مسند پر بیٹھنے کے عوض گو رمین خاک کی مسہری پر آرام کریگا والدین سیم و زر نچھاور کرنے کے عوض گوہر اشک وارنے کیلیے فیاضی کے ساتھ بہا رہے ہین مگر افسوس ہے کہ ان موتیون کی وہ آبرو نہین کہ کوئی خوشی سے چن چن کر اپنی گود بھر لیتا بلکہ وہ گوہر اشک کچھ تو دامن مین ہی رہ کر خشک ہو جاتے ہین- اور کچھ نہایت اضطراب کے ساتھ دامن سے خاک پر گر کر پامال ہو رہے ہین-

مان تو اپنے پیارے کی نعش کے نزدیک ماتم کر رہی ہے -

زبان حال سے کہتی ہے مامتا مانکی

ہاے کیا جور ہے کیسی بیداد
کس سے مین جاکے کرون اب فریاد

دن دہاڑے مین لٹی اے لوگو
آسمان نے کیا مجھکو برباد

دے گیا داغ مرا لخت جگر
مرا پیارا مرا آصف پرشاد

ایکدم مین ہوئی پامال حیات
پڑ گئی کیسی الٰہی افتاد

مجکو معلوم نہ تھا غم کیا ہے
مین رہا کرتی تھی ہر دم دلشاد

ہوگئی میری نظر سے اوجھل
پیاری صورت تری آصف پرشاد

کسطرح دیکھونگی تجکو بیٹا
کسطرح سے مرا دل ہوگا شاد

اتنی ہی کیا تھی بھلا عمر تری
اتنی ہی کیا تھی مرے دلکی مراد

کون فریاد کو پہونچے گا مری
کس سے مین چاہون بھلا اب امداد

نو مہینے رہا بیمار فریش
روز ہوتی گئی بیماری زیاد

راس آئی نہ دوا اور نہ دعا
مٹ گئی گھر کی مرے یون بنیاد

کسطرح صبر کرون اب بیٹا
نہین ہے میرا جگر کچھہ فولاد

نکلے تھے ترے سب دشمنِ جان — ایک اک تھا ترے حق مین صیاد
کیا کیا ارمان تھے دل مین میرے — ہوگئی کیسی یہ اُلٹی روداد
دوست دو چار تھے تیرے بیٹا — باقی جتنے تھے وہ سب تھے حسّاد
نخلِ امید کا پھل تھا میرے — زندگانی کی تھا تو میری مراد
دیکھتا تھا جو تجھے باپ ترا — دل ہی دلمین وہ رہا کرتا تھا شاد
ابتو وہ دامِ الم مین ہے اسیر — کہین اس دام سے ہو جلد آزاد
ہے مرے واسطے یہ داغ نیا — اے مرے رشکِ قمر حور نژاد
سب سے بڑھکر یہ جہان مین ہے عزیز — ہو کسیکو نہ فراقِ اولاد

تیری درگاہ مین ہون فریادی
سن لے اللہ مری تو فریاد

اور خاک پر لوٹ رہی ہے۔ باپ جسکی تمنا تھی کہ اپنی جان کو اپنے پیارے پر سے تصدق کرے وہ کون باپ ؟ دردمند غم نصیب ارمانون کو خون کرنیوالا۔ حسرتون کو جمع کرنے والا۔ نا امیدی کا دوست۔ امید کا دشمن۔ تخلص شاد مگر دل ناشاد وہ کشن پرشاد کہان ہے۔ اُسکا گھر مین پتا نہین۔ زندہ ہے مگر زندہ درگور ہے

گھر مین نہین مگر دشت نوردی مین مصروف ہے۔ حسرتون کو
جمع کرنے والا نہین مگر حسرتین اُسکے دامن کے ساتھ لپٹی
ہوئی ہین۔ نا امیدی کا خواہان نہین۔ مگر وہ اُسکے ہمدوش۔
امید کا طلبگار ہے۔ مگر سخت بیقرار ہے گھر بار رکھتا ہے۔ مگر
خانہ بدوش ہے۔ ہوش و حواس ہین۔ مگر مجنون کا ہمرنگ ہے
عقل رکھتا ہے مگر اُسکو کھو دیا ہے۔ صابر ہے مگر غم تازیانے
مار مار کر زمین پر گرا رہا ہے۔ متوکل ہے مگر محبت قدم کو لغزش
دینے پر آمادہ ہو گئی ہے۔ یار و احباب رکھتا ہے مگر تنہائی پسند
ہے۔ صبح سے قبل وفات اپنے فرزند دلبند کے پریشان حال
ہو کر کسی طرف نکل گیا ہے۔ خدا اُسکے حال پر رحم کرے۔

تہیۂ سفر

دو روز قبل وفات کے بچہ کا مزاج حدِ اعتدال سے متجاوز
ہو گیا تھا۔ کھانسی اسقدر شدت سے تھی کہ دم لینا محال تھا۔
رات اور دن مین دس منٹ بھی بمشکل آرام ملتا تھا۔ ضعف بیحد

ہوگیا تھا۔ دودھ چھٹ گیا۔ حواس میں بھی کسی قدر غیر معمولی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ مجموعی حالت خوفناک ہونے کے باعث مجھے اسکی زندگی سے قطعی مایوسی ہوچکی تھی۔ اس لیے مین نے سرکار مین ایک معروضہ پیش کردیا جس مین دو ہفتے کی رخصت کی درخواست تھی۔

یون تو اس نو مہینے سے میرے خواب وخور کا انتظام پریشان خاطری کے نذر ہوچکا تھا۔ لیکن شب دوازدہم ماہ صفر ایک عجیب کیفیت میرے دل پر طاری تھی۔ یعنی ہرچند مین کوشش کرتا تھا کہ کسیقدر سو رہون مگر نیند اچپٹ جاتی تھی جہان آنکھین بند کین انواع واقسام کے خیالات خواب مین متشکل ہوکر اپنے بھیانک روپ سے مجھے ڈراتے تھے۔ کبھی تو مین دیکھتا تھا کہ دھاڑین مار کر رو رہا ہون۔ اور کبھی بچہ کی تصویر مردہ نظر آتی تھی۔ کبھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے مجھے بچہ کی وفات کی خبر دیکر میرا کلیجا ٹکڑے کردیا۔ کبھی تابوت نظر آتا تھا کہ کسی کی میّت کی سواری جارہی ہے۔ الغرض ہجوم وسواس نے

سبب مجھے از خود رفتہ کر دیا تھا۔ اور وہی وسواس اپنی صورت مین کسی کی صورت و معنی کی شہادت دیکر اسبابت کو ثابت کرتے تھے کہ جو ہونا ہے اُسکے آثار پہلے ہی سے نظر آنے لگتے ہین۔ ہر چند مین اپنے وسواس کو دور کرنا چاہتا تھا مگر کیا ہوتا۔ مریض کے حالات ظاہری یقین دلا چکے تھے کہ اس سے نجات نہ ہوگی۔ دنیا کا مسافر ضرور گور کی منزل مین جا کر سستائیگا۔ اور عدم کی راہ لیگا۔ ٹھیک دو بجے شب کے دفعتاً یہ خیال پیدا ہوا کہ دوا درمن تو سب کچھ ہو رہا ہے زہرہ بی صاحبہ مجذوبہ ساکن تالاب میر جملہ کی خدمت مین حاضر ہو کر اُن سے دُعا کراؤن۔ چنانچہ فوراً بسواری موٹر۔ رامچندر پرشاد کو جو میرے متعلقین سے ہین ساتھ لیکر روانہ ہوا۔ منزلِ مقصود پر پھونچا۔ رابعۂ شب زندہ دار بخت بیدار کی طرح جاگتی تھین امید ہوئی کہ میرا نصیبا بھی جاگیگا۔ نزدیک گیا اور کچھ نقد نذر کرکے بیٹھا۔ نہایت منت اور عاجزی سے دعاے خیر کا طلبگار رہا۔ چونکہ چشمِ بصیرت رکھتی تھین اور افشاے رازِ سرمدی سے گویا گنگ تھین۔ کچھ جواب نہ دیا

دوبارہ مین نے متوجہ کیا تب بھی مہر برلب پایا۔ اللہ اللہ۔ جس اُمید سے ان کی خدمت مین حاضر ہوا تھا۔ اس سوال کا جواب۔

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

سے پاگیا۔ لیکن کلیجے کی آگ بُری ہوتی ہے۔ کسی قدر ادب سے دور اپنے مدعا کو معرضِ بیان مین لایا۔ اور یہ کہا "کہ آخر تم لوگ جب دعا کرنے کے بھی کام کے نہین تو پھر ہمارے اور تمھارے مدارج مین کیا فرق ہے" سر سے ٹوپی اُتارکر قدمون پر رکھکر "للہ کچھ تو دعا کرو آخر دنیا مین فیض رسانی کے لیے تمہارا وجود خلق ہوا ہے یا بت بنکر بیٹھنے کے لیے" یہ سنکر کسی قدر توقف کے بعد ٹھنڈی سانس لی۔ اور نہایت ملائمت سے چار طرف دیکھکر کہا۔ "جا فتح ہوجائے گی" ہرچند یہ جملہ انکا اہلِ غرض یا ایک ضعیف الاعتقاد کی تسکین کے لیے کافی تھا۔ مگر میرے دل کو اطمینان نہ ہوا وہان سے مولانا مولوی محمد حسن الزمان صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا۔ تقریباً شب کے

تین بچے تھے۔ حضرت کے فرزند ارجمند جنکو جوانِ صالح کہنا چاہئے
اسوقت شاید بیدار تھے ۔ موٹر کی آواز سنکر ایک خادم کو خبر
لینے کے لیے بہیجا۔ مین نے اپنے آنے کی اطلاع دی حضرت
کے فرزند تکلیف فرما ہوکر مجکو اپنے ساتھ خوابگاہ مین لے گئے
حضرت مولانا آرام کرتے تھے۔ بیدار کرکے میرے حاضر ہونیکی
اطلاع دی۔ حضرت نے سبب دریافت کیا۔ بستر سے اٹھکر
بیٹھے۔ مین نے پابوسی کی۔ اور بے اختیار میرے آنسو قدح
چشم سے جوش کھاکر گرے۔ حضرت کے آغوش مین پناہ لی۔
مجھ حاجتمند کی حاجت سے مطلع ہوکر تبسم فرمایا۔ اور رو بقبلہ ہوکر
دعا فرمائی اور ہم دونون کو جو اسوقت وہان حاضر تھے (یعنی
بندۂ عاصی اور حضرت کے فرزند) آمین کہنے کی تاکید کی بہت
دیر تک آپ دستِ دعا بلند کرکے بارگاہِ شہنشاہِ دوجہان مین
سرِ نیاز کو خم کیے ہوئے باآہ وزاری التجا کی۔ جسکے تقدس اور دردِ دل
کا پرتو ہمارے قلوب پر بھی پڑتا تھا۔ بعد ازان مجھے بھی ایک
دعا لکھوادی۔ اور فرمایا کہ اسکو پڑھ کر بارگاہِ بے نیاز مین التجا

کرون۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالےٰ بچہ اچھا ہو جائیگا

مایوس شدن بمذہب ما کفر ست

اس مجلس کے رنگ نے مجھے کسیقدر امید دلائی۔ لیکن دل جو بے قابو ہو چکا تھا۔ وہ بار بار یہ کہتا تھا کہ زہرہ بی کا سکوت خالی از علت نہین ہے۔ بہر حال وہان سے حضرت بخاری صاحب مرحوم جو اپنے وقت کے جنید تھے۔ اور بندے کے حال پر نہایت مہربان تھی اُنکے مزار پر گیا۔ اور بہت دیر تک اپنا حال عرض کرتا رہا۔ جیسے جیسے مین اُن بزرگوار کی خدمت مین ملتجی ہوتا تھا بعوض تسکین کے اضطراب کا مقیاس بڑہتا جاتا تھا۔ وہان سے واپس ہوکر پھولباغ مین جہان حضرت داؤد علیشاہ مجذوب کا مزار ہے پہونچا۔ پہلے وہان سے مین نے اپنے مکان کو ٹیلیفون دیا۔ اور کیفیت دریافت کی۔ اسوقت ڈاکٹر محمد حسین اپنی ڈیوٹی پر تھے۔ انہون نے کہا کہ " اسوقت طبیعت کا رنگ کچھ پلٹ کھایا ہوا معلوم ہوتا ہے بخار مین خفت ہے تنفس زیادہ نہین بیچینی بالکل نہین۔ اجابت بھی ہوئی ہے۔ نبض کے انتظام مین

بھی کو نہ فرق معلوم ہوتا ہے ،،

اس کیفیت کے سننے سے کسیقدر امید ہوئی کہ شاید دعاے سحر کا تیر بہدف ہونے کو ہے -

ٹیلیفون رکھ کر مجذوب صاحب کی درگاہ پر فاتحہ پڑھنے کے لیے جب باہر آیا تو ایک شخص کو دیکھا - جس سے مین پہلے واقف نہ تھا - مست متوالا - جھومتا ہوا - میرا نام لیکر کہتا ہے کہ " اے وزیر دکن کشن پرشاد ادھر آ ہم سے مل - کیا کہتا ہے کیا " اور جو کہتے ہین سُن - ہم تیرے ہی لیے یہان آئے ہین

مین نے خیال کیا اسوقت آدھی رات کو اس شخص کا یہان آنا - اور بغیر کسی دریافت کے مجکو پہچانکر مخاطب ہونا عجیب نہین کہ کوئی خاکساران جہان سے ہو - نزدیک گیا - سلام علیک کے بعد پوچھا کہ " کیا کہتے ہو ،، مجھے ساتھ لیکر اُس قبر کے قریب گیا جہان محی الدین خان مجذوب آسودہ ہین جو نواب مجذوب کے نام سے مشہور تھے -

جن کا تذکرہ (جذبۂ شاد) مین بھی ہے - اور میری طرف

مخاطب ہو کر کہا کہ "یہ قبر میرے مرشد اور میرے ہادی کی ہے" میں نے کہا "درست ہے کیا ارشاد ہوتا ہے" اس کا جواب دیا کہ "جلدی کیا ہے ذرا صبر کر دیکھ تو سہی جو تیرے فرزند تیرے ہوتا ہے اُسپر تیر برسائے جاتے ہیں - کہاں تک حفاظت کروں - مگر خیریت ہے دوا اور دعا دونوں چاہیئے -" اتنا کہہ کر کچھ خشک روٹی اور دو تین گلگلے نمکین محکم اپنی جیب سے نکالکر دیئے - میں نے لیکر صرف اسقدر ان سے کہا کہ "خیر تو ہر شخص اپنے معلومات تک دیتا ہے مگر کچھ نتیجہ بھی ہو تو خیر ایک بات ہے" اتنا کہہ کر مجذوب صاحب کی درگاہ پر گیا اور فاتحہ پڑھی - گھر پر آیا - ہر چند جی چاہا کہ جا کر اپنے نور دیدہ کی زیارت حاصل کروں مگر پہلے (مسز بیاگٹ) کو جو اُس کی اَنّا بھی ہے - اور نرس بھی طلب کیا - اُسکی صورت دیکھتے ہی چھکے چھوٹ گئے - جرات کر کے بہر حال کیفیت پوچھی - جسکا جواب اس نے انگریزی میں روتے ہوئے یہ دیا -

His pulse are very low.

but till there is life there is great hope.

ترجمہ (نبض بہت کمزور ہے - لیکن جب تک سانس ہے تب تک آس ہے)

اقتدا فند - کیا کہوں کہ اس فقرے نے میرے دل کے ساتھ کیا کام کیا - معلوم ہوا کہ ایک تیر ہے کہ میرے سینے کو برماتا ہوا دل کو چھیدتا ہوا نکل گیا - بس ویسے ہی پچھلے پاؤں واپس ہو کر موٹر میں بیٹھا - اور الوال چلا گیا -

ہاں یہ کہنا بھول گیا کہ کل شب میں ہی بذریعہ ٹیلیفون سرکار نے یہ اجازت دی کہ "دو ہفتے کے لیے اورنگ آباد یا دہپی جاگیر پر تو ران دونوں مقام میں جیسا کہ تم نے لکھا ہے جا کر رہ سکتے ہو"

الغرض سید سے مکان سے الوال آیا - ایک دو بجے تک یہاں رہا - ساتھ اتفاق سے نہ کوئی رفیق نہ مصاحب - اور سچ بھی تو صرف وسواس اور غم یہ دونوں بعوض تشفی کے میرے

سودے کو ترقی دے رہے تھے۔

تین بجے وہان سے پھر باغ عام آیا۔ کیفیت دریافت کی۔ اور اپنے خدمتگارون سے کہدیا کہ اسباب میرا اسٹیشن کو لیجائین سیلون تیار رکھنے کے لیے تو کل ہی کپتان شاہ مرزا بیگ سے کہدیا تھا۔ باغ عام آنے کے بعد معلوم ہوا کہ حال مین کوئی ہندو فقیر اسٹیشن کے قریب نووارد ہین۔ اگرچہ جوان ہین مگر ان کی ریاضت بوڑھون سے بھی زیادہ ہے۔ مین نے بہتر خیال کیا کہ کچھ وقت ان کی خدمت مین حاضر ہوکر پند و نصائح کے پانی سے اس دنیوی محبت کی آگ کو بجھاؤن۔ الغرض ان کی خدمت مین گیا۔ بعد از رام رام کے مزاج پرسی کرکے بیٹھ گیا۔

میرے ساتھ میرا خانسامان لچھمن راؤ تھا اسی کے اطلاع دینے پر مین انکی خدمت مین حاضر ہوا تھا۔ اُسکی طرف متوجہ ہوکر میرے آنے کا سبب دریافت کیا۔ خانسامان نے کہا کہ "مین نے جیسا کہ آپکو اطلاع دی تھی کہ آصف پرشاد بہادر کا مزاج علیل ہے۔ اسکے لیے دعاے خیر کے خواہان ہین۔" الغرض انہون

نے کسی قدر پند و نصائح کے بعد جو دنیا کی ہو نفائی میں رکھتا ہیں لکھا ہے۔ (سرو دہا) دیکھ کر کہا کہ ہم ایک دو روز میں اس بچہ کا بخار اُتار دیں گے۔ خوف کی بات نہیں۔ میں نے کہا اسوقت تو حالت نازک ہے۔ آپ دو تین روز کا ذکر فرماتے ہیں۔ سنکر پھر (سرو دہا) دیکھا اور کہا کہ "ابھی کچھ ہوتا نہیں۔ گھبر انہیں میں ایک دو روز کے لیے کہیں جا رہا ہوں - وہاں سے واپس ہوکر بخار اُتار دونگا۔ اسوقت تک یوں ہی حال رہیگا" الغرض اس اطمینان سے کہا کہ مجھے حیرت ہوئی۔

خیر میں وہان سے واپس ہوکر پھر باغ عام میں آیا۔ اور وہان سے ٹیلیفون کیا۔

لیاقت جنگ بہادر نے جو میرے بچپن کے رفیق اور حال کے تعلقات سے گویا سمدہی بھی ہین۔ یعنی میری دوسری لڑکی جو مسلمان بیوی کے بطن سے ہے انہین کے نور نظر میر خورشید علی سے بیاہی گئی ہے ٹیلیفون کے پاس آکر مجھ سے گفتگو کی۔ مین نے اُن سے حال پوچھا تو اُنھوں نے

اسکا جواب صرف اسقدر دیا کہ

The present condition is very delicate.

یعنی موجودہ حالت نہایت نازک ہے - بس مین سمجھ گیا کہ اب کوئی دم کا مہمان ہے - وہان سے واپس ہوکر اسٹیشن جانے کے لئے موٹر طلب کی تھی کہ اس عرصہ مین راجہ شیوراج دھرم ونت بہادر میری ملاقات کے لئے آئے اور بہت دیر تک اپنی ہمدردی کا اظہار کرکے اپنا خیال ظاہر کیا کہ ابھی مین اورنگ آباد نہ جاؤن - مین نے انکی اس ہمدردی کا شکریہ ادا کیا اور بہت جلد واپس ہونیکی نسبت اُن سے کہکر اسٹیشن کو روانہ ہوا - وہان میرا سیلون تیار تھا جاکر اُس مین حسرت واندوہ وحرمان کے ساتھ جو میرے اس سفر کے رفیق اور ہمسفر ہونگے لیٹ گیا - ابھی مجھے کوئی دس منٹ اپنے سیلون مین آئے ہوئے نہ ہوئے تھے کہ دفعتاً مین کیا دیکھتا ہون کہ دو یورپین ٹہلتے ہوئے میرے سیلون کے پاس آئے - ان مین سے ایک نے پوچھا

کہ یہ مدار المہام کی گاڑی ہے میرے خدمتی نے کہا کہ ہاں تو
کہا کہ مدار المہام سے کہو کہ بڑا صاحب ملنے کو آیا ہے۔"
مین اس فقرہ کے سنتے ہی اٹھ کر گیا دیکھا تو سر چارلس بیلی
رزیڈنٹ تھے۔ مجھ سے ملاقات کی اور بچہ کی حالت دریافت
کی۔ مین نے اتنا ہی کہا کہ "کیا کہون اسوقت کیا حالت ہے
ابھی تک مجھے خبر نہین ملی" اتنا جملہ ختم ہوتے ہی سر چارلس بیلی
کو مین نے بہت متاثر پایا۔ بہت دیر تک ہمدردی کے الفاظ
سے میرے دلکو تشفی دی اور یہ بھی کہا کہ اگرچہ مین اب جانے
والا ہون۔ شاید اسوقت آپ یہان حیدرآباد مین نہونگے
لیکن میرے ملنے کے خیال سے آپ اس سفر سے جلد
واپس بھی نہون۔ کوئی مضائقہ نہین۔"
"بہر حال آپ کی صحت کو مین اپنے ملنے سے مقدم سمجھتا
ہون"۔ یہ کہہ کر خدا حافظ کہا۔
اور نہایت رنج اور ہمدردی سے واپس ہوئے۔ مسٹر
کرافرڈ بھی ساتھ تھے انھون نے بھی اپنے ہمدردانہ الفاظ

سے سب مجھے ممنون کیا- الغرض ریل کے وقت معینہ پر سیلون گاڑی میں لگا یا گیا- اور حیدر آباد سے یہ کہہ کر روانہ ہوا

ہم وطن سے بصد اندوہ سفر کرتے ہیں

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں

آٹھ بجے شب کے میں اودھر دکن سے بصد اندوہ و حرمان سمت اورنگ آباد یہ کہتا ہوا روانہ ہوا ع

نیست در گلشن اسباب جہان رنگ ثبات ہمہ از دیدہ ما ہمچو سفر میگذرد

چون نقش خانہ پر ستیم ندار یم آرام عمر آسودگی ما بسفر میگذرد

اور اودہر میرے لخت جگر نے بھی خانہ دل کو بمصداق کل نفس ذائقۃ الموت تاریک اور برباد کر کے عدم کی راہ لی-

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

خدا خدا کر کے شب کے دس بجے ٹرین منوہر آباد پہونچی- راجہ مرلی منوہر آصف نواز ونت بہادر کی یہ جاگیر ہے میں نے اپنا سیلون گاڑی سے علحدہ کر کے یہاں ٹھہرالیا- اور تمام شب

اختر شماری مین گزری۔

ہمراہی مین کپٹن شاہ مرزا بیگ صاحب ایڈی کانگ۔ اور

پیشی کے دفتر کا مختصر عملہ جو مولوی محمد علی صاحب کے ماتحت

ہے اور ایک قصہ گو میر قربان علی اور چند خدمتگذار تھے۔ لیکن

میرا دل تو کچھ ایسا ازخودرفتہ ہوگیا تھا کہ آدمی کی صورت اُسکو

بھلی نہین معلوم ہوتی تھی۔ اُسکے رفیق تو حسرت اور غم تھے

دیدۂ اشکبار اشک ریزی مین مصروف تھے درد پہلو سے اُٹھ اُٹھ کر

دل حسرت زدہ کی دلجوئی کرتا تھا۔ یعنی لبسمل کی طرح تڑپا دیتا

تھا۔ سوزِ محبت لخت جگر کی ہمدردی مین مشغول۔ آہ و نالہ یہ

دونون دربانی کرتے تھے کہ نغمۂ شادی اور ترانۂ خوشی کا اس

ماتم سرا مین گذر نہ ہو۔

نیند چاہتی تھی کہ اپنا پہرہ بٹھائے مگر کسی کے تصور نے آنکھونکو

پلکیون کی قسم دی تھی کہ آنکھ جھپکنے نہ پائے۔

پچھلی رات تک دل و جگر و دماغ غم و حسرت کے مہمان بنے

رہے۔ ادہر ماہتاب اپنا تیسرا حصہ آسمان کے دَوْر کا شب غم کو

ساتھ لیے ہوئے طے کر چکا۔ بخت خوابیدہ کی طرح میری آنکھ لگ گئی لیکن دل کی لگی ویسے ہی۔

سُلگتی کی یوں ہی سُلگتی رہی

تیرھویں ماہِ صفر روز یکشنبہ

چھ بجے صبح کے اُدھر آفتاب یہ کہتا ہوا ؎

تا نظر بر چمنِ وضعِ جہان وا کردیم ۔۔۔ ستمے بود کہ بر دیدۂ بینا کردیم

نہ سمن بوئے بقا داشت نہ گل رنگِ وفا ۔۔۔ غیرت آلودہ بہر رنگ نظرہا کردیم

آنچہ بیداریِ ما دامِ نظر می فہمید ۔۔۔ حیرتے بود کہ در خواب تماشا کردیم

طلوع ہوا اور میں درد کی طرح بستر پر سے باچشمِ پُر آب یہ کہتا ہوا اٹھا ؎

کہ میداند کجا رفتند گل چینانِ دیدارش

ہم از خورشید می باید سراغِ سایہ پرسیدن

ایک پیالی چائے کی پی۔ اور سرکاری دفاتر کے کاغذات دیکھتا رہا۔ افسوس ہے کہ تقریباً دو ہفتہ سے بسببِ پریشانیِ خاطر کام

بہت کم کرتا تھا۔ اسلیے باقیات کا تودہ میرے ارمانون سے
زیادہ ہوگیا تھا۔ دو بجے تک ثلث حصہ باقیات کا تصفیہ کردیا
اور چاشت سے فارغ ہوکر۔ راجہ مرلی منوہر آصف نواز ونت
بہادر کو جو میرے یہان پہونچنے کی کیفیت سنکر آئے
ہوئے تھے اپنے سیلون مین طلب کرلیا۔ اور بہت دیر
تک قیل و قال رہا۔ راجہ صاحب موصوف کے خاندان
کے حالات وغیرہ کے ذکر کرنیکی ضرورت نہین۔ ایک مشہور
خاندان کے معزز ممبر ہین۔ لیکن بعض احباب کی شناسائی کے
لیے اسقدر لکھنا ضرور ہے کہ راجہ صاحب اور مین مدرسہ
عالیہ کے خواجہ تاش ہین۔

آپ قدیم سے بلحاظ میراث آبائی جو میرے خاندان
کے ساتھ اتحاد چلا آتا ہے محبت رکھتے ہین۔

قریب چار بجے موہن لال معتمد کے نام ایک تار اس مضمون
کا دیا کہ میرے زنانہ اور بچون کو منوہر آباد سے لے آئین۔ اور حکیم
مرزا اسحاق بیگ صاحب کو بھی ساتھ رکھین۔

انکے جدامجد غازی بیگ ایرانی النسل تھے انہین کے سلسلہ کے یہ بھی حلقہ بگوش ہین - انکے والد مرزا حسینی بیگ کا حضرت روشن الدولہ مرحوم و مغفور کا مصاحب رہنا سنا جاتا ہے انکا ننہال مرزا سرور بیگ بن مرزا نذیر علی بیگ کے یہان تھا جو کہ بعہد عالمگیر جاگیر دار تھے مگر افسوس ہے کہ کوتاہی بخت کے باعث انکے سر سے والدین کا چتر عالم طفولیت مین ہی اُٹھ گیا جسکے باعث یہ اپنے معاش وغیرہ سے محروم رہے - چونکہ مشیّتِ الٰہی یہ تھی کہ ڈاکٹر شمس الدین خان صاحب کے ذریعہ سے میرے نانا کے دربار مین باریابی ہو لہذا ویسا ہی ہوا کہ ۱۶ سال کے سن مین میرے جد مہاراجہ نرانذر مرحوم کے درباریون مین شامل ہوئے ڈاکٹر شمس الدین خان صاحب کے یہ مددگار تھے لیکن کل کاروبار ڈاکٹرخانہ کا انہین کے تفویض تھا - ذہانت اور ذکاوت اور سعادتِ بخت نے انکی دستگیری کی فن ڈاکٹری مین ایسی مہارت حاصل کی کہ میرے جدِامجد جو جوہری تھے اہلِ فن اور اہلِ کمال کے اُن کی نظرون مین منظور ہوے اور

دیانت راست بازی اور جفاکشی نے انکو اس رتبہ پر پہونچایا کہ
مہاراج کی وفات کے بعد سے اسوقت تک تمام دیوڑھی کا علاج انھین کے
سپرد ہوا اصلی مرکزیعنی دیانت اور جفاکشی سے قدم نہ ہٹایا۔ اکثر
جہان کہین میرا زنانہ اور بچے وغیرہ جاتے ہین تو ان کو ساتھ
رکھتا ہون نہایت اعتماد اور بھروسے کے شخص ہین۔ صاحب
اولاد بھی بفضلہ ایسے کہ کوئی سال ناغہ نہین کہ نخل مراد بار ور نہوتا
ہو قریب چالیس سال سے یہ اس علاقہ کے گویا متوسلین سے
کہلائے جاتے ہین۔

ایک تار پیشگاہِ خداوندی مین اس مضمون کا گزوانا کہ اور ایک
ہفتہ کی توسیع رخصت مین ہوکر بنارس گیا۔ امرتسر۔ لاہور۔ اجمیر
جانیکی اجازت ملے۔

اسکی وجہ یہ تھی کہ میرے جدہ امجدہ اکثر مجھسے فرماتی تھین
کہ مین مہاراجہ چندو لال جدا علی کی (گیا) ضرور کرون اور نجومیون
نے بھی مجھسے کہا تھا کہ گیا مین ایک خاص مقام ہے کہ وہان
اپنی بیوی کو (نہاون) کراؤن اسکا اثر یہ بتلایا جاتا ہے کہ جس

کیکی اولاد اگر زندہ نہ رہتی ہو تو وہان کے اشنان سے پچھلے
جنم کے گناہون کا کفارہ ہوجاتا ہے اور اس کی برکت سے اولاد
کا نقصان نہین ہونے پاتا واللہ اعلم - غرض خیال نیک ہے
اور عقیدت کی بات ہے - اسکی موشگافی کی ضرورت نہین - مگر
ایک بات بدیہی یہ ہے کہ ایسے متبرک مقامات ایک ذریعہ
ہوتے ہین خیر اور خیرات کے لیے اور طبیعت کو مائل کرتے ہین
عبادت کیطرف اور اسی ذریعہ سے غیر کو نفع پہونچتا ہے جو ہر
مذہب مین درست اور باعث ثواب ہے - اور نیز میری بیوی کا بھی
بہت روز سے خیال تھا کہ کسی موقع پر اُن کو ایسے مقامات متبرک
پر لیجاکر زیارت کراؤن - چونکہ اتفاق سے رخصت بھی مل چکی تھی اسلیے
مین نے قصد کیا تھا کہ اس ارادے کو پورا کردن -
قریب مغرب کے ڈنڈی سوامی جو پرمہنس اور نیک خیال
کے درویش ہین راجہ رگھوتم راؤ کے ساتھ میری ملاقات کے
لیے آئے - اُن سے اور راجہ رگھوتم راؤ سے ملاقات کی - یہ
بزرگ ویدانتی ہونے کے علاوہ شاغل اور کاسب بھی ہین بہت

دیرتک معرفت کے نکات کے خریطے جو انکے سینۂ پرگنجینہ مین محفوظ تھے لٹاتے رہے - اور محبت اور یگانگت کے ہمدردی بھرے الفاظ اور فقرون سے اطمینان دلاتے رہے -

چونکہ میری ایڑی مین آج صبح سے درد ہے جو کئی سال سے میرا رفیق ہوگیا ہے اور اسی پانون مین اتفاق سے ایک دُنبل بھی ہوگیا ہے اسلیے مین نے ڈاکٹر محمد حسین کو بذریعۂ تار طلب کیا - یہ صاحب اپنے فن کے اچھے ہین اور بخوبی دستگاہ رکھتے ہین - ضلع بیدر تعلقہ حسن آباد نارائن کھیڑے کی سرزمین سے انکو حبِ وطن ہے -

ان کے والد محمد مولانا - صرفخاص کے علی غول کے جوانون کے جمعدار تھے - رزاقِ مطلق نے وطن مین بھی ذریعۂ معاش کا فراہم کردیا تھا - آٹھ سال کا جب انکا سن ہوا قضا و قدر نے حیدرآباد کے طرف کھینچ بلایا یہ ہونہار پودے اسی سرزمین کی آبیاری سے سرسبز اور شاداب ہوئے ڈاکٹر بورڈمن کا زمانہ تھا مدرسہ دارالعلوم کے طلبا کی فہرست مین انکا بھی نام لکھا گیا

حکیم مطلق نے اِن کی مقدرمین اسی فنِ شریف کو ذریعۂ معاش اور نیکنامی دارین کا سبب گردانا تھا اِسلیے اسی مدرسہ مین تعلیم پائی اور ڈاکٹر عبدالحسین ارسطو یار جنگ بہادر سے تعلیمی کورس کو پورا کیا۔

ڈاکٹر لاری کی سفارش سے یہ امتحان مین شریک ہوکر کامیاب ہوے۔ اپنے طور پر مطب جاری رکھا۔ راجہ راے رایان امانت ونت بہادر کے فیملی ڈاکٹر بنے۔ ترقی کے اندازون نے چال ڈالی روز بروز حسنِ سعی اور نیک نیتی کے درخت کو پھل پھول لگنے لگے یہان تک کہ نظمِ جمعیتِ سرکار عالی کی طبابت کا انتظام انکے سپرد ہوا۔ علاج مین سلامت روی ہے تشخیص اچھی کرتے ہین۔ فنِ جراحی مین بھی عمدہ مشاقی ہے۔ برسون سے سیر پاس کی ملازمت بھی کرتے ہین ان کی مجموعی لیاقت لایق تحسین ہے۔ آدمی خوشمزاج بھی ہین نو بجے شب کے کھانا کھاکر دو بجے شب تک کتبِ تصوف کا معائنہ کرکے سورہا۔

چودہوین ماہ صفر روز دوشنبہ

فریدون جنگ بہادر نے مجھے اطلاع دی کہ حضرت اقدس و اعلی کے حکم سے مولوی احمد حسین صاحب معتمد پیشی خداوندی نے بجواب آپکی تحریر کے جس مین لکھا گیا تھا کہ میرے ایام غیر حاضری مین کون منصرم رہین گے۔

فریدون جنگ بہادر کو یہ تحریر کیا کہ حضرت اقدس و اعلی نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ چونکہ خود بدولت مستقر پہ موجود ہین اور مدار المہام نے اتفاقی چند ہفتون کی رخصت لی ہے لہذا کسی کو منصرم مدار المہام نیابتکی ضرورت ہنین۔

البتہ پرایوٹ سکرٹری یعنی فریدون جنگ اپنے مختصر عملہ کے ساتھ مدار المہام کے ساتھ اسی سفر مین حاضر رہین"

اللہ تعالے حضرت کے عمر و اقبال مین ترقی دے۔

یہ حضرت کی خاص بندہ پروری اور شان مراحم خسروانہ ہے کہ ایسے حالات مین بھی بغیر کسی کو منصرم مقرر فرمانیکے اپنے

خانہ زاد شاد کے اتفاقی رخصت منظور فرمائی۔

اگر ہر موئے من گردد زبانے — شود در مدح او توصیف خوانے

در حمد ورانا سفتہ باشم — ز صد ہایش یکے ناگفتہ باشم

بارہ بجے تک بقیہ دفتری کاغذات کا تصفیہ کر دیا۔ گویا آج کی تاریخ میرے پاس سوا چند معمولی عرائض اہل حاجت کے اور چند تعزیتی تارون کے جنکے جواب ادا کرنے ہین کوئی سرکاری کام باقی نہین رہا سب بیباق ہو گیا۔

تین بجے تک قیلولہ کیا۔ چار بجے مکان سے تار آیا۔ اور موہن لال نے اطلاع دی کہ میت تیرہوین تاریخ دوپہر کے وقت اُٹھی اور مہاراجہ چندو لال کی قبر کے نزدیک میرے چھوٹے لڑکے محبوب پرشاد کی قبر کے پہلو مین دنیا کے مسافر نے کنج لحد مین آرام کیا یعنی نعش خاک کے دامن مین چھپا دی گئی۔

اور یہ بھی اُنہون نے اطلاع دی کہ کل کی ریل مین زنانہ سوار ہوگا۔ اپنے ہمراہ چند کتب تصوف کے زاد راہ کے طور پر رکھ لیے تھے جن مین گرو نانک شاہ صاحب اور حضرت شیخ فرید

شکر گنج کے دوہے جو پنجابی زبان میں مطبوع ہیں ان کا مطالعہ کرتا رہا۔

پندرہوین ماہ صفر روز شنبہ

آج کچھ صنادیق اور متفرق لفافجات مختلف دفاتر سے آئے تھے ان سے فارغ ہوکر۔ تعزیتی تار برقیات اور تعزیتی خطوط کے جوابات ادا کیے دو بجے کہانا کھایا۔ کسیقدر قیلولہ کیا۔ ساڑھے پانچ بجے راجہ مرلی منوہر بہادر کے ساتھ اپنی جاگیر کی سرحد تک جو وہان سے دو ڈہائی میل کے فاصلہ پر ہے۔ ٹھیل گاڑی پر سوار ہوکر گیا۔ قریب مغرب وہان سے واپس ہوا۔ آج بھی میری ایڑی میں درد رہا اور چھوٹا سا دنبل جو میرے بائین پاؤن مین ہوا تھا اسکی بھی تکلیف سے کسیقدر حرارت معلوم ہوئی۔ شب کے نو بجے کھانے سے فارغ ہوا۔ دس بجے ریل مین زنانی سواریان ملدے سے منوہر آباد پہونچین حکیم مرزا اسحاق بیگ اور موہن لال یہ دونون سواریون کے ساتھ

تھے - تمام شب سب سیلون مین ہی رہے -

١٦ - ماہ صفر روز چہار شنبہ

پیشگاہ خداوندی سے میری اُس درخواست کی منظوری آئی جسمین توسیع رخصت چاہی تھی -

دس بجے تک کچھ کاغذات کل کے جو لیئیے تھے وہ دستخط کیے مسز بیاگٹ کی زبانی معلوم ہوا کہ میرے چھوٹے محل یعنی آصف پرشاد مرحوم کے والدہ جو بخت والقاق سے حاملہ بھی ہین اُسکو شدت رنج والم کے باعث اور دو روز سے کم غذائی ہونے کے باعث زیادہ نقاہت معلوم ہوتی ہے اور ایک بار غشی بھی ہوئی - سیدھے پاؤنمین درد بھی ہے -

ڈاکٹر محمد حسین کو حکم دیا گیا کہ حسب مناسب مفرحات یا جو مناسب معلوم ہو اُسکا استعمال کرایا جائے -

بارہ بجے کھانے کے لیے جب زنانے مین گیا تو اپنے محل مین زیادہ تر نقاہت پائی اور پاؤنمین درد بھی تھا - انکے علاوہ

بڑے محل مین اور اپنی نانی صاحبہ کو جنکی عمر قریب اسّی سال کے
ہے فرطِ الم اور کم غذائی کے باعث ناتوانی غیر معمولی پائی
اور اس قابل نہین دیکھا کہ زیادہ دور و دراز سفر ایسے وقت
مین ان لوگون کو خصوص حاملہ کو مفید ہوگا۔ ہمراہی کے دونون
ڈاکٹرون سے بھی مشورہ کیا۔ ان لوگون کی راے دور دراز
کے سفر کی تائید مین نہین ہوئی۔ علاوہ اسکے توسیع رخصت
کی درخواست جو کی تھی اسمین چھہ روز تو گزر چکے تھے اور یہ
بھی ایک جھگڑا پیدا ہو گیا تھا کہ دو سیلون سے زیادہ میل ٹرین
مین زائد نہ لگائے جائنگے۔ کل سیلون جنکی تعداد تخمیناً سات سیلونون
کی تھی میل ٹرین مین لگائی جا کر اسپیشل ٹرین کے انتظام
کے لیے دو روز کی رخصت درکار تھی۔ اور مختلف ذرائع
سے معلوم ہوا کہ پنجاب وغیرہ کی طرف غیر معمولی سردی بھی
ہے۔ اسلیے بہمہ وجوہ مین نے اپنا قصد فسخ کر کے سفر ملتوی
کر دیا۔ بارگاہِ خداوندی مین بھی اطلاع دی۔ اور اپنے محل
اور نانی صاحبہ سے کہدیا کہ انشاءاللہ تعالیٰ کسی اور موقع پر

پرہیت ان لوگون کو جاترا ضرور کراؤنگا - اور اپنے دونون دامادون یعنی تاراچند اور میر خورشید علی کو تار دیا کہ وہ دونون شاہجہان آباد چلے آئین -

کھانے سے فارغ ہو کر فصوص الحکم کا مطالعہ کرتا رہا اسکے بعد چند اشعار فارسی مین بطور نوحہ کے جو میرے ترجمان دل ہین نکلے آجکی شب میری بہ نسبت دوسری راتون کے بدخوابی مین مصداق اس شعر کے گذری ؎

سینہ و دل حسرتون سے چھا گیا
بس ہجوم یاس جی گھبرا گیا

کبھی نانک شاہ صاحب کا مقدس کلام جو توحید کے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے دیکھتا تھا اور کبھی دوسری کتابین تصوف کی مطالعہ کرتا تھا اور یہی میرے مونس اور غمخوار غم غلط کرنے والے تھے -

نوحہ دل در غم وفات حسرت آیات آصف شاد

الا درد دل غم پرور من
الا اے آتش خاکستر من

الا اے نالۂ اندوہ پرور | الا اے سوز آہ حسرت آور

الا اے حالِ بیتابانۂ من | الا اے خیالات بر دیوانہ سر را

الا اے مرغِ جانِ پرشکستہ | الا اے بلبلِ منقار بستہ

الا اے حسرتِ اندوہ نگاہ | الا اے آرزوے راز آگاہ

ایا دردِ دلِ آسیب پرور | الا اے ناامیدی صبر آور

الا اے بیقراریہای من | الا اے گریۂ بے حاصلِ من

الا اے صبرِ بے حد پیرِ من | الا اے ہمتِ با جوہرِ من

الا اے دیدۂ غم پروریدہ | الا اے اشکِ آبِ نارسیدہ

الا اے ساغرِ لب پر ز جوش | الا اے عیش با غم دوش بر دوش

الا اے حسرتِ غم پروریدن | الا اے سینۂ من پر ز شیون

الا اے مسکنِ غمہا دلِ شاد | الا اے خاکِ جسمم رفتہ برباد

الا اے خارِ سوکِ دلنوازم | الا اے درد و رنج چارہ سازم

الا اے نشترِ زخمِ دلِ من | الا اے مرغِ جانِ بسملِ من

الا اے زخمِ دل لذت چشیدہ | الا دردِ دلِ محنت کشیدہ

الا اے پیرِ عمرِ فانیِ من | الا اے بے سر و سامانیِ من

الا ای خواهشِ دیدارِ فرزند — الا ای حسرتِ گفتارِ فرزند

الا ای داغِ دل حرمان کشیده — الا ای غنچهٔ آبی نارسیده

الا ای نالهٔ دل زخمه ساز — الا ای مرغِ جان مائل به پرواز

الا ای تیره شب صبحِ دمیده — الا ای روز آهوی رمیده

الا ای داغِ سوزانِ برق هستی — الا ای سوزِ غم کاتش تو هستی

برای من الهٰا آفریدند — الهٰا دستمها آفریدند

عجب بختست یارب بخت وارون — که هر دم می نماید تازه افسون

سیه بختم سیه بختم دریغا — سیه رختم سیه رختم دریغا

ز سوزِ غم تنِ من خاک گردید — گریبانم ز وحشت چاک گردید

نمی بینم کجی من روی راحت — نرفتم من زمانی سوی راحت

شرارِ آتشِ غم خاطر آزار — دو چشم اشکبارم هست خونبار

وجودم را الهٰا خاک بنمود — غمت ای نورِ دیده بسکه فرسود

درین حالت چرا مجنون نباشم — چرا از دیده خونِ دل نباشم

بهارِ زندگی وقتِ خزان شد — ز برقِ آه برباد آشیان شد

چه گویم شرحِ حالِ سینه چاک — دلم غمناک هست و چشم نمناک

درین بازارِ دنیا غم خریدم
بسے رنج و مصیبتہا کشیدم

غمے دارم دلم پیمانۂ اوست
جگر از جوشِ خون میخانۂ اوست

چہا کردی بہ من اے بختِ وارژون
نمودی رنج تازہ پُر ز افسون

پسر ہا ہشت از من قبل مردند
ز من ہوش و قرار و صبر بردند

نہم این بود کو از من جدا شد
چہ بر جانم ستم اے کبریا شد

نمودم صبر بر مرضیِ مولا
نیاید حرفِ شکوہ بر لب اصلا

نکردم صبر بر خود جبر کردم
بسے عیش و طرب در صبر کردم

اگرچہ رنج بے پایان کشیدم
ولے بس لذتِ صبرش چشیدم

نہ بردم پیشِ کس ہرچند فریاد
نہ اصلا خواستم از غیر امداد

بہ بستم پائے خود را با توکل
پس جستم بسوئے حق توسل

نرفتم دربدر پرہیز کردم
قناعت را چہ دستاویز کردم

ضعیف الاعتقادی دور کردم
رضائے کبریا منظور کردم

بہ من لا تقنطوا وعدہ نمودہ
دلم را آنکہ خود از کف ربودہ

وزد بادِ بہاری آن بساعت
شود لبریز از صہبا ایاغت

امیدم ہست بر نعم البدل شاد
کہ از دستت خانہ ام خواہد شد آباد

ہمان نعم البدل بیشک وہیں مکن اے شاد زین بیں آہ فریاد	مرا کافی بود فرمانِ او بس بیادِ دوست باش و باش دلشاد

مے توحید نوشِ جان کن ای شاد
بجز شکرِ خدا منمائے فریاد

۱۷ صفر ۱۳۲۹ھ روز جمعہ

ایک بجے تک دوسرے دفتر کا غذات کا تصفیہ کیا۔ چاشت سے فارغ ہو کر Painting پینٹنگ یعنی پانی کے رنگ کی نقاشی کرتا رہا۔ قریب اڑھائی بجے کے قیلولہ کیا۔ پانچ بجنے کے بعد راجہ مرلی منوہر آصف نواز ونت کے باغ میں جو قریب اسٹیشن کے ہے گیا۔ اس گھر میں منوہر آباد کا دفتر ہے۔ مکانیت ضرورت کے لیے کافی ہے مختصر اور خوشنما تعمیر ہے۔ مکان کیا ہے راجہ صاحب کے حسن لیاقت اور عالی خاندانی اور انتظام کی گویا جیتی جاگتی تصویر ہے یار و اغیار سب کے لیے مہمان خانہ ہے۔ بعد مغرب کے وہاں سے

واپس ہوا - اور مسٹر فاضل موراج کی ایک ضروری گزارش دیکھی جس مین اُنہون نے درخواست کی تھی کہ مدرسۂ صنعت و حرفت جسکو لیے اورنگ آباد مین جدید تعمیر ہوئی ہے اور جسکے لیے مین نے اپنے سابق کے دورۂ اورنگ آباد مین سخت ضرورت تبلائی تھی اُسکا افتتاح کرون - مین نے اُسکے جواب مین لکھدیا کہ اگر مجھے موقع ملیگا تو مین اس کام کو جو میری ڈیوٹی اور فرائض مین داخل ہے ضرور انجام دونگا - اور ایک تار برقی اُن کے نام پر روانہ کی کہ وہ مجھ سے اورنگ آباد مین ملین تاکہ اس افتتاح مدرسہ کے متعلق چند ضروری ابواب کی نسبت ہدایت کرون -

نو بجے شب کے کھانے سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹا تھا - اتفاق سے دیر تک نیند نہ آئی ہرچند کروٹ بدل بدل کے لیٹا مگر نیند کا کوسون پتا نہ تھا -

شاہد ہے جگر کی بیقراری   آنکھون مین کٹی ہے رات ساری

ایک پرزور خیال تھا کہ جہان آنکھ جھپکتی تھی دل مین چٹکی لے لیتا تھا

ایسے مین نیند کا اُچٹ جانا کوئی بات نہ تھی -

اللہ رے تاریکیِ شبہاے جُدائی

آنکھون نے کبھی خواب کی صورت نہین دیکھی

اِدھر چشمِ خواب مین ان بن ہوئی اُدھر آرام و قرار نے دل کو دُور سے سلام کیا - اب کیا تھا پریشان کن خیالات کا مجمع پیر دہا وا ہو گیا - بیتابیون نے نرغہ کیا درد نے جب یہ ہنگامہ دیکھا تو اُس سے بھی نہ رہا گیا بجلی کی طرح پہلو مین چمک اُٹھا بقول شخصے - ع درد اُٹھ اُٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا

انجام کار یہ ہوا کہ مین بستر سے اُٹھ بیٹھا اور دل کے بہلانے مین مصروف ہوا تاکہ خیالات کسی طرح ہٹ جائین - مگر دل کو جو دیکھتا ہون تو وہ اور ہی خیال مین غرق ہے اور ہی دُھن مین الاپ رہا ہے

سنا کرتے ہین دل سے شکوہ ٔ جانان کے فسانے

کیا کرتا ہے باتین رات بھر اک بیزبان ہم سے

رات کا وقت سناٹے کا عالم مین کہتا تھا کہ خیالاتِ پریشان کو حتی الامکان دفع کرنا چاہیے ورنہ یہ پہاڑ سی رات کیونکر کٹے گی - اور دل کہتا تھا

کہ یہین خیالات ہی تسکینِ خاطر کا ذریعہ ہین اسی صورت سے بیٹھے بیٹھے صبح ہو جائے تو اس سے بڑھکر کیا ہے۔

جی چاہتا ہی پھر وہی فرصت کے رات دن بیٹھے رہین تصورِ جانان کیے ہوے

مین کہتا تھا کہ روٹھی ہوئی نیند کو آنکھون سے منانا چاہیے کیونکہ رات سونا نہ ہوا تو علاوہ بے لطفی کے صحت بھی خراب ہو گی اور دل بیتاب کہتا تھا کہ جو مزہ رات کے جاگنے مین ہے وہ سونے مین کہان۔ حاصلِ کلام دل کے آگے میری نہ چلی یہی ٹھہری کہ خواب کے خیال کو بالاے طاق رکھکر فکرِ سخن مین وقت گزاری کرنا چاہیے چنانچہ لمپ کی روشنی مین قلم کاغذ ہاتھ مین لیا اور کچھ شعر مشتمل بزبانِ بھاکا حمدِ الٰہی مین لکھے

وہو ہذا

ربا تیری ہے اک ذات	جتنے نام اُتنے ہی صفات
ہر رنگ مین ہر روپ مین تو	ہر گل مین تیری خوشبو
ذرّے ذرّے مین ترا نور	ہر رنگ مین ہے تو بھرپور
چھایا کہین کہین ہے دہوپ	پرگٹ ہے تیرا ہر روپ
باغ مین تو ہے اور صحرا مین	موج کی صورت ہے دریا مین

مجنون کہیں کہیں ہے لیلیٰ
یوسف کہیں کہیں ہے زلیخا
آن ویکر داتا کہلایا
واری جاؤن مین تجھ پر سے
تو ہے گنی مین اوگن ہون
ہر ہر گھٹ مین تو ہے سمایا
ہر گل مین اور ہے ہر دل مین
تورے ہاتھ ہے موری لاج
نینان روئین اور من ترسے
کرپا کرداسب دیتا ناتھ

ہے عشق کی مے کا متوالا
واری قربان میرے مولا
اچھا وہ جسے سب سمجھے پاپایا
کیا گن ہین گنونتا تیرے
سیّان تورے واری جاؤن
جس نے ڈھونڈا اُسنے پایا
ہان تو ہی تو ہے بلبل مین
تورے بل پہ ہے مورا راج
ساون بھادون دونون بجے
موری لاج ہے تمھرے ہاتھ

شاد کو شاداب کرو مہراج
دونون جگ کے تم سرتاج

دو بجے شب تک یونہین جاگتا رہا پچھلی رات کو مین عالم رویا مین دیکھتا ہون کہ زار و نزار رو رہا ہون — کبھی جفاے چرخ کے گلے اور شکوے بذریعۂ نظم ادا کرتا ہون - اور کبھی اپنی تشفی

خاطر کے لیے اپنے نفس کی طرف مخاطب ہو کر کچھ کہتا ہوں۔ چنانچہ ایک شعر مجھے یاد رہا جسکے مطابق ہین نے اپنے خیالات نظم کر دیے۔

بحر رمل مربع جسکے عروض و ضرب محذوف ہوں۔

فاعلاتن فاعلن ۵

چرخ نے کی وہ جفا
تو پسر کا داغ ہاے
اس نے میری ساتھ حیف
خانۂ آباد کو
کچھ ٹھکانا صبر کا
ظلم کی کچھ حد بھی ہے
بر سر پرخاش ہے
اس نے صدہا گھر کو آہ
باپ سے بیٹے کو حیف
مان کو دختر کا الم

خاک مین دل مل گیا
اس ستمگر نے دیا
کیا کہون مین کیا کیا
اس نے ویران کر دیا
ضبط کی کچھ انتہا
داد دے اے کبریا
آسمان بے وفا
دم مین ویران کر دیا
کر دیا اس نے جدا
ہاے اس نے ہی دیا

باپ کا بیٹے کو رنج — اس ستمگر نے دیا

بھائی کو بھائی کا غم — اسکے باعث سے ہوا

بھائی کو ہمشیر کا — اس نے ہی تو غم دیا

بیوی کو شوھر کا غم — اس فلک نے ہی دیا

رنج بیٹے کا سب مجھے — کیا کہون کیا ہوا

دوست کو بھی دوست سے — اس نے ہی بچھڑا دیا

ایک کیا لاکھون کو ہای — خانہ ویران کردیا

بک رہا ہے شاد تو — کیا بھلا مرد خدا

کیا عقیدہ ہے یہی — کچھ تو کہہ مجھ سے ذرا

توبہ توبہ توبہ کر — تجھکو ہے ہے کیا ہوا

ایسا کہنا کفر ہے — ہے یہی تیری خطا

ماسوے اللہ کچھ نہین — کیا نہین تو جانتا

ہے اُسی سے خیر و شر — سن نصیحت برملا

شرک کہتے ہین اسے — ہے بہت اسکی سزا

اب زبان کو بند کر — کب ہے کہنا یون روا

صبر کر بس صبر کر   ضبط کرتا ہے بجا
کس سے یون کہتا ہے تو   کسکا شکوہ اور گلا
ہاتھ مین اُسکے ہے سب   اُس نے جو چاہا کیا
رہ لگے راضی ہر طرح   ڈھونڈ تو اُسکی رضا
کر توکل پر نظر   ہے یہی تو کیمیا
جانتا ہے بس وہی   درد کی تیرے دوا
دیگا وہ دل کی مراد   کر دعا صبح و مسا
کیسی شادی کیسا رنج   ہونا جو تھا ہوگیا
دیگا وہ نعم البدل   ہے وہ قادر کبریا
جو گیا آتا نہین   یہ تو سچ تو نے کہا
پھر یہ ساری ملک ہے   اُسکی ہی مرد خدا
تیری کب تک زندگی   ہوگا تو بھی تو فنا
ترک ان باتون کو کر   کر تو اسپر اکتفا
جھیل لے بس جھیل لے   جو کوئی آئے بلا
بعد غم کے ہے خوشی   کیا نہین تو جانتا

عسر بھی ہے یسر بھی — کیا نہین تو نے سنا
ہے شفا ہر درد کو — ہر مرض کی ہے دوا
ہاتھ اٹھا کر شاد اب — کر یہی تو التجا
کر دعا مقبول تو — جلد میری کبریا
دے پلا توحید کی — ہے یہ میرا مدعا
دلکو روشن کر مرے — نور سے اپنے خدا
اور دکھا دے تو مجھے — معرفت کا راستا
دے توکل کا سبق — مجکو میرے رہنما
رکھ مجھے ثابت قدم — حکم پر اپنے خدا
گھر کو روشن کر مرے — دے مجھے ایسا دیا[۱]
اس سے روشن ہون وے — گھر کے میرے کبریا
ایک کے اکیس ہون — بہر احمد مصطفی
بعد میرے یا اللہ — نام روشن ہو مرا
جتنے ہین اعدا مرے — ہون وہ سب کے سب فنا

۱؎ بمعنی چراغ ۔

جو کوئی بد خواہ ہو — اُسکو کھائے بھیڑیا
رحم کر اب رحم کر — اے مرے رب العلا
عرض مطلب کیا کروں — جانتا ہے مدعا

شاد کو دلشاد کر

ہے یہی بس التجا

لیکن جب بیدار ہوا تو مجھے شبہ ہوا کہ جس شعر کی بنیاد پر مین نے یہ نظم لکھی آیا یہ موزون ہے کہ نہین۔ کتاب العروض سے اسکی صحت کر لی۔ جب اطمینان حاصل ہوا۔

---

۱۸ صفر ۱۳۲۹ھ روز شنبہ

بعد چاے کے چند ضروری مجلس وضع آئین و قوانین تعمیرات اور دفتر پیشی کے کاغذات دستخط کیے۔

دس بجے ۵۴ منٹ پر منوہر آباد کے اسٹیشن سے جانب اورنگ آباد روانہ ہوا۔ اڑھائی بجے نظام آباد کے

اسٹیشن پر گاڑی ٹھہری - لیاقت جنگ بہادر اول تعلقدار
مولوی عبد الکریم صاحب ناظم عدالت ضلع اور دوسرے
عہدہ دار پلاٹ فارم پر حاضر تھے ان سے ملاقات کر کے
اول تعلقدار صاحب کے مکان کو گیا - دس منٹ وہان ٹھہر کر
پھر واپس ہوا - اور لیاقت جنگ بہادر سے کہہ دیا کہ واپسی
کے وقت اگر موقع ملا تو ایک دو روز کے لیے یہان قیام
کرونگا - لیاقت جنگ بہادر جس مکان مین رہتے ہین - یہ
مکان نہایت خوشنما اور سلیقہ سے سجایا ہوا مع زنانہ رہنے
کے قابل ہے -

فطرتاً لیاقت جنگ بہادر کی طبیعت مین قدرت نے
خوش سلیقگی کا مادہ بھی دیا ہے اور اُسکے ساتھ ایجاد سونے پر
سہاگے کا کام دیتی ہے -

یہان سے جب واپس ہوا تو اپنے سیلون مین ٹھہر ارہا
اور لیاقت جنگ بہادر ناندیڑ تک میرے ساتھ رہے
ساڑھے سات بجے شب کے ناندیڑ پہونچا - مولوی امیر حسن

صاحب اول تعلقدار اور دوسرے عہدہ دار پلاٹ فارم پر حاضر تھے ان سے ملکر آٹھ بجے شب کے وہان سے روانہ ہوکر پونے دس بجے پورنا اسٹیشن پر پہونچا۔

یہان شب کا کھانا تیار کرانا تھا لہذا اپنا اور زنانے کے سیلون ریل سے علیحدہ کرکے ٹھہر گیا۔ شب کے کھانے کے بعد تمام شب سیلون ہی مین رہا۔

دُھن

یہ لفظ بھی کس قدر پیارا اور دلچسپ ہے۔ اسکی قدر اُنہین کو ہوگی جو اپنی دُہن کے پکّے ہین۔ اگرچہ خیال اور دُھن توام بھائی بہن کہے جاتے ہین اور معناً ہمرنگ ہین لیکن فرق مابہ الامتیاز ضرور ہے۔ خیال کا میدان نہایت وسیع ہے اور اُس باغ مین ہر قسم کے گُل بوٹے اُگے ہوے نظر آتے ہین۔ اسی لیے اُسکو قرار اور قیام نہین۔

دُھن کا دامن تنگ ہے مگر معناً اسکی زیادہ وقعت ہے

خیال کی طرح یہ ہر نخل گلستان بلبل ہزار داستان نہین ہے بلکہ
بمصداق قطب از جاے خویش نمی جنبد۔ یہ اپنے مطلوب کو
چھوڑکر دوسری طرف رجوع نہین ہوتی خواہ اس بازار مین
انواع واقسام کے اشیا بکتے ہون یا صدہا یوسف
خریدار بنکر آئے ہون۔ اورگو اس کے چمن مین تازہ بتازہ
گل بوٹے کھلے ہوئے ہون مگر اسکے سامنے سب ہیچ ہین
اُسکو ایک ہی مطلوب سے کام ہے اور ایک ہی مطلوب کی طالب ہے
اسکا تصور ہمہ تن ایک طرف اسکا جوش و خروش اسکا جزر ومد ایک ہی سمندر
کا روپ ہے اسکا طوفان ایک ہی پاٹ کا اوج موج ہے۔
دُھن۔ ہاے رے دُہن۔ تو جسکے پاس ہوتی ہے اُسکو
کسی رفیق کی ضرورت نہین۔ تو جسکی ہم صحبت ہوتی ہے اُسکو
کسی مصاحب کی حاجت نہین۔ تو جسکی راہبر ہوتی ہے اُسکو
خضر کی بھی پروا نہین۔ تو جسکی اُستاد بنی اُسکو معلم درکار نہین
تو جسکی ہمدرد ہے اُسکو کسی عزیز واقارب سے سروکار نہین
تو ایک کیا مل گئی ساری خدائی اُسکو مل گئی۔

جب تو کسی کے دل مین سما جاتی ہے پہلے اُسکو تنہائی سوجھتی ہے اور تنہائی بھی ایسی کہ ؎

با سایہ ترا نمی پسندم
عشق ست و ہزار بد گمانی

تیرے عاشق کو کوئی چیز بھاتی نہین۔ کسی شے کی ضرورت نہین۔ اگرچہ اُسکے لیے سب کچھ ہے اور اسکے سب کوئی ہین مگر تیری محبت ان سب کو رفع دفع کر دیتی ہے۔ جب تو کسی کی آنکھون مین سماتی ہے اسکی آنکھون کی پتلیان تیری بلائین لیتی ہین۔ تو جس صورت کو یا جس خیال کو تصور مین جما دیتی ہے وہ اُسی طرف محو ہو جاتا ہے دنیا و ما فیہا اُس کی نظرون سے غائب ہین چشم انتظار وا ہے مگر کسی کی عارض گلرنگ کے خیالی دیدار مین مصروف ہے اور پتلیان اُس کے خیر مقدم کی خوشی مین گھر بیٹھے دولت پا کر اُسکے قدمون کو اشارون سے ہی چوم رہی ہین۔ ہوش و حواس دونون اسکے داہنے بائین کھڑے ہو کر اُسکو بیخودی سے جگانا چاہتے

ہین۔ مگر اسکے ہوش اسکے صرف نظر ہوچکے (دُھن) جسکے
دربار مین اسکو باریابی کی عزت دلا چکی ہے۔ خیال چاہتا ہے
کہ اپنی طرف کھینچے اور مرغ تیز پر کی طرح اپنے ساتھ
لے اُڑے اور جس آشیانے پر چاہے مسکن بنائے۔ مگر
(دُھن) کا ایسا زبردست قبضہ ہے اور یکسوئی کا مضبوط پہرہ
دماغ کے دروازہ پر بٹھا دیا گیا ہے کہ وہان پہونچنے مین
خیال کے بھی پر جلتے ہین۔ جس دُھن مین انسان لگا ہوا ہے
اُسکی مجسم تصویر اُسکے روبرو کھڑی ہے اُسکے سہی قد کا
نظارہ سرو کو شرما رہا ہے۔ اُسکی ادائین دل و جگر مین چٹکیان
لے رہی ہین۔ شاہد مقصود کے تبسم نے اسکو بھی آمادہ کردیا
ہے۔ اسلیے یہ بھی اپنی بیخودی مین تبسم زیرلب سے
دیکھنے والون کے دل مین قلجان پیدا کر رہا ہے۔ جہان کہین
اسکی یکسوئی مین فرق آتے ہوے دیکھا کہ نگاہِ ادب آموز نے
خبردار کی صدا دیکے پھر اُسکو اسی طرح محو حیرت کردیا۔
الغرض ایک سمان ایسا بندھتا ہے کہ اسکا مزہ اُسی کو معلوم

ہے جو اپنی ذہن مین رہتا ہو یا رہا ہو۔ مگر اس مین بھی فرق ہے
وہ یہ کہ ہمنے جو ذکر اوپر بیان کیا وہ اُس خوش نصیب کے لیے
ہے جو کسی کا دلدادہ والہ وشیدا یا اسماو صفات مین ذات
کا تماشا دیکھنے والا ہے کہ مست والست بنا ہوا۔ دونون جہان
سے بے خبر اور متوالا از خود رفتہ مسرت وشادمانی سے ہم بغل
وصل کی آرزو سے گلے ملنے والا۔ لیکن مجھ جیسے بدبخت آوارہ
وطن۔ آوارہ دل۔ پریشان خاطر کے لیے نہ وہ مسرت ہے
نہ خوشی نہ فرحت ہے نہ تفریح۔ نہ کسی معشوق کی دل لُبھانے
والی اور اشتیاق پیدا کرنے والی صورت کا دہیان ہے
نہ اسماو صفت فی الذات کے مراقبہ کا لطف ہے۔ ہان اپنے
پیارے فرزند کی صورت پتلیون مین تصویر بنکر بس گئی ہے
اور وہ صورت بھی مردہ نظر آتی ہے۔ ایک سال کے قبل
جس روز وہ تولد ہوا وہی صورت ہزارون لاکھون حسرت
وارمان کے ساتھہ آنکھون مین پھرتی تھی اور یہ امید دلاتی تھی
کہ یہ صورت آگے چلکر تمام مٹے ہوے ارمانون اور حوصلون

کو زندہ کرنے والی ہے۔ یہ صورت دراصل کوئی اور صورت نہین ہے بلکہ صورت گر کا مظہر ہے کہ اس سے بہت سی امیدون کی صورتین پیدا ہونے والی ہین اور اس سے کئی صورتین نخلِ بارور کے ثمر بنکر پیدا ہونگی - یہ ایک صورت جو شمع انجمن ہے خانۂ تاریک کو روشن کرکے اور بھی چراغون کو روشن کرنیوالی ہے۔ یہ وہ صورت ہے جو گلِ سرسبد کی صورت مین گلستان آرزو کا سرتاج بنی ہوئی ہے۔ مگر افسوس اُسی صورت نے خلافِ امید آج کے روز متغیر ہوکر اور ہی شکل پیدا کی ہے۔ ہان وہی صورت جو کل کے روز قدرت والی اور صاحب حکومت ہونیوالی سمجھی جاتی تھی آج اُسی کی صورت پر بیکسی برس رہی ہے۔ وہی صورت جو کل کے روز ہنسکر والدین کے دلِ آرزومند کو بے انتہا مسرت بخشتی تھی۔ آج اُسی صورت نے والدین کی صورت سے بیزار ہوکر آنکھین موندلی ہین۔ قیامت تک والدین کو آنکھ اُٹھا کر دیکھیگی ہی نہین۔ وہی صورت کل کے روز جو والدین کو دیکھتے ہی دستِ دعا

کی طرح ہاتھہ لا بنے کر کے والدین کے آغوش امید مین آنے کے لیے مچلتی تھی آج وہی صورت ہے کہ بعالم بے دست و پائی خاک پر پڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ والدین بہت کچھہ چاہتے ہین کہ گود مین لین مگر گور اپنے آغوش کا دامن پھیلائے ہوئے امیدوار ہے کہ والدین کے ہاتھون سے لیکر اُسکو اپنے آغوش مین جگہ دے۔ کل وہی صورت تھی کہ والدین کی آواز سنتے ہی چارطرف مسرت کی نظر سے چوکنی ہوکر دیکھتی تھی۔ آج وہی صورت ہے کہ والدین کیا تمام گھر کے لوگ پکار پکار کر چلا رہے ہین اور ماتم کر رہے ہین مگر کسی کی طرف نگاہ کر کے بھی نہین دیکھتی اس استغنا کے ساتھہ بیرخی اختیار کی ہے کہ تا بہ حشر کسیکی جانب رخ کریگی ہی نہین۔ کل وہی صورت تھی کہ جسکو اُسکی پیاری مان صبح و شام دونون وقت ہاتھہ منہ دُہلا کر گرد سے پاک کرتی تھی اور میلا لباس بدل کر عمدہ لباس پہنا کر اُس کی صورت کی بلائین لیتی تھی۔ آج اُسی صورت کو خاک مین ملانے کے لیے اُسی کی والدہ اپنے ہاتھون سے دوسرون کے

حوالے کر رہی ہے۔ تھوڑی دیر مین وہ صورت جسپر ذرا سا میل آنا والدین کی نظر مین قیامت کا سامنا تھا اُسپر منون مٹی ڈالنے کے لیے آمادہ ہو گئے ہین۔

کل وہی صورت جسکی ذرا سی تکلیف والدین کے لیے موت کا باعث ہوتی تھی۔ آج وہی صورت تودۂ خاک کے نیچے حشرات الارض کی خوراک ہوگی۔ مگر والدین کچھ نہین کر سکتے کل وہی صورت تھی کہ ایک لمحہ کے لیے والدین اُس پیاری صورت کے اپنے سے جُدا ہونیکو قلق سمجھتے تھے۔ آج کے روز وہی صورت قیامت تک کیلیے تنہا کنج لحد مین آرام لیگی مگر باپ کی چاہت اور ماں کی ممتا اس قدر بیوفا ہو گئی ہے کہ اُسکی خبر تک نہ لیگی کہ اُسپر کیا گزر رہی ہے۔ ع

اسے لبا آرزو کہ خاک شدہ

اسی دُلہن کی محفل مین تمام شب گزری اور مجکو خبر نہ ہوئی کہ چاند نے کہان تک اپنا دورہ ختم کیا۔ ریل نے کہان تک

طی الارض کیا۔ رات کسقدر باقی ہے۔ دیکھتا کیا ہون کہ صبح کاذب کے آثار نمودار ہین۔ چاند بہزار حسرت و ارمان میری دُہن کی سیر کرتا ہوا۔ بادل صدچاک ماتم سراے مغرب کی طرف روانہ ہوگیا۔ چراغون کو رخصت کا پروانہ مل گیا۔ ستارے تمام رات کے تھکے ہوے اور اس محفل عزا کی سیر سے کف افسوس ملتے ہوے اپنی اپنی خوابگاہ بہن یکے بعد دیگرے میری حسرتون کی طرح آوارہ ہوکر چلے جارہے ہین۔ آفتاب جو سرِ شام مجکو حالتِ اضطراب مین چھوڑکر غروب ہوا تھا اسوقت جانب شرق سے یہ کہتا ہوا برآمد ہوا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

جلّ جلالہ۔

۱۹ صفر ۱۳۲۵ھ یکشنبہ

آج صبح دس بجے کے قریب کھانے سے فارغ ہوگیا۔ اور حکم دیا کہ محلات اور بچے وغیرہ جلد کھانے سے فارغ ہوجائین

تاکہ پورنا سے بارہ بجے کی گاڑی مین ڈبے لگا کر روانہ ہو جائین۔ اور چند ضروری کاغذون پر جو کل کے ٹپہ مین آئے تھے دستخط کیے۔ بارہ بجے ہمارے سیلون مال گاڑی مین لگائے گئے اور گاڑی روانہ ہوئی۔

پربھنی کے اول تعلقہ دار تحصیلدار کیخسرو کے ساتھ پیشوائی کے لیے آئے تھے ان سے ملا اور وہ دونون میرے ساتھ ریل مین پربھنی تک آئے۔ یہان عہدہ داران ضلع اسٹیشن پر حاضر تھے۔ چونکہ پربھنی مرض طاعون سے متاثر ہے اسلیے یہان اُترنا نہ ہو سکا ورنہ میرا قصد تھا کہ یہان کی حالت بچشم خود دیکھون دریافت سے معلوم ہوا کہ ابکے روئی کی پیداوار خاطر خواہ نہین ہوئی۔ راستہ مین بھی مین غور کرتا ہوا آیا اکثر مقامات پر زراعت بسبب ژالہ باری اور سردی کے جسکو اصطلاح مین پالا پڑنا کہتے ہین۔ جل گئی تھی۔

راستہ مین پرتور کا اسٹیشن ملا یہ تعلقہ میری جاگیر ہے

عہدہ داران تعلقہ حاضر تھے اُن سے ملنے کے بعد گاڑی روانہ ہوئی۔ دس بجے شب کے جالنہ پہونچے۔ اور یہاں سیلون حسبِ عادت گاڑی سے علیحدہ کر لیے گئے۔ کھانے سے فارغ ہو کر کچھہ دیر تک فکر سخن مین مشغول رہا چنانچہ حسبِ ذیل اشعار موزون ہوئے ؎

کیا جانتا تھا یارب پھر انقلاب ہوگا
سارا بنا بنایا گھر یون خراب ہوگا
منظور امتحان تھا اسواسطے کیا خلق
تھی کیا خبر کہ اس دل کا انتخاب ہوگا
اس آتشِ الم مین کیا علم تھا یہ ساقی
میرا دلِ شکستہ جل کر کباب ہوگا
میرے گناہ اگرچہ ہونگے ہزار لیکن
تیرا جو لطف ہوگا وہ بیحساب ہوگا
معلوم کیا تھا مجکو پہلو مین رہکے یہ دل
ویران کریگا بستان خانہ خراب ہوگا

کب موسم بہاران آئیگا میرے ساقی
رندون کے واسطے کب دور شراب ہوگا
دیر و حرم مین جلوہ دیکھین گے اسکا کب ہم
اے شاد دور دل سے کب یہ حجاب ہوگا

ایک بجے شب کے جالنہ سے سمت اورنگ آباد روانہ ہوا۔ ۴ بجکر ۴۵ منٹ پر اورنگ آباد کے اسٹیشن پر پہونچا۔ مگر صبح تک سب سیلون مین ہی رہے۔

معلوم ہوا کہ پلاٹ فارم پر برزو جنگ صوبہ دار اور فصیح الدین صاحب اول تعلقہ دار مع چند عہدہ دارون کے حاضر ہین۔

۲۰ صفر ۱۳۲۹ھ روز دوشنبہ

صبح کے آٹھ بجے محلات کو سیلون سے گاڑیون مین سوار کرایا عہدہ دارون سے ملاقات کی۔ برزو جنگ بہادر کو موٹر مین ساتھ لیکر اوڈر کے باغ مین جو مشہور ہے اور یہان

خاص میرے مکانات میں داخل ہوا۔ اپنے دونوں داماددن
تارا چند۔ اور میر خورشید علی کو علیحدہ مکانات میں اترنے
کا حکم دیا۔ بارہ بجے کھانے سے فارغ ہو کر چند تعزیتی
تار جو احباب کے یہاں پہونچے تھے اور خطوط کے
جوابات ادا کر کے تصوف کے کتب کا معائنہ کرتا رہا۔
تھوڑی دیر قیلولہ کیا۔ مگر پراگندہ دلی کے باعث بدخوابی
رہی۔ اور خیالات کے ہجوم نے پریشان خاطر کر دیا۔
سہ پہر کو فریدون جنگ بہادر اور محمد عبداللہ خان صاحب
اڈیٹر اخبار محمدن آئے تھے اُن سے ملاقات کی۔ مکان
سے تار آیا کہ راجہ بالگوبند تانا آنجہانی کے حرم نے بمرض
فالج انتقال کیا۔ موہن لال معتمد کے نام حکم دیا۔ کہ حسب
دستورِ خاندان بمشورۂ والدِ امجد تجہیز و تکفین کردی جائے
آج بارہ بجے شب تک طبیعت بیقرار اور پریشان رہی۔
معائنۂ اخبارات کے بعد فکرِ سخن میں تھوڑی دیر مشغول
رہا چند اشعار جو موزون ہوئے وہ یہ ہیں ؎

بروزن مفعول فعولن

آیا ہون وطن سے ناشاد دکن سے

فرزند کا غم آہ لایا ہے وطن سے

ده کیا ہوا یہ روح نکلی مرے تن سے

ہان آہ خبردار نکلے نہ دہن سے

بلبل گئی اُڑ کر افسوس چمن سے

برخاست ہوئی شمع دنیا کی لگن سے

یوسف نہین نکلون کیا چاہِ ذقن سے

ہے مجکو شکایت اس چرخِ کہن سے

آنسو ہین کہ موتی آئے ہین عدن سے

اس عشق کو پوچھو نل اور دمن سے

مُردے کو سرو کار ہے گور و کفن سے

منصور کو ہے کام ہان دار و رسن سے

لیکر مرے دل کو رکھیے گا جتن سے

واقف ہے تو اے شاد
کیا شعر کے فن سے

۲۱ ۔ صفر ۱۳۲۹ھ روز سہ شنبہ

صبح کے آٹھ بجے قلعۂ ارک گیا جہان صوبہ دار صاحب
اور فریدون جنگ بہادر فروکش ہین اگرچہ صوبہ دار صاحب
کے رہنے کے باعث قلعۂ ارک کی حالت اچھی ہے
مگر تب بھی اصلاح طلب ہے ۔ بہت سے آثار قدیم زبان
حال سے کہہ رہے ہین ۔ ؎

از نقش و نگارِ در و دیوارِ شکستہ
آثار پدیداست صنادید عجم را

یا تو یہ عمارات بطور یادگار تعمیر کرنے کے قابل ہین ۔ یا محو
کر کے صاف کر دینا چاہیے ۔ میرے خیال مین موجودہ
حالت اسی قابل ہے کہ انکا صفایا ہو جائے ۔

وہان سے جب واپس ہوا تو مسٹر فاضل موراج معتمد

تعمیرات جو میرے حسب الطلب آئے ہوئے ہین۔ اُنکو اپنے ساتھہ لیکر مکان پر آیا۔ افتتاح مدرسہ کے متعلق اُن سے گفتگو کی اور کچھہ نوٹس اُنھین لکھوا دیے۔

ایک بجے کھانے سے فارغ ہوکر معتمدی مال اور فوج کے کاغذات دستخط کیے۔ سہ پہر کو ہوا خوری کے لیے گیا بعد عشا کے اخبارات کا معائنہ کرتا رہا۔ ۱۲ بجے سو رہا

۲۲ صفر ۱۳۲۹ھ روز چہار شنبہ

آج صبح کو رابعۂ دورانی کے مقبرہ کا (جو عالمگیر کی دختر کہی جاتی ہین) معائنہ کیا۔ وہان سے پانی کا اینکٹ جو تیار ہو چکا ہے اور جسکی منظوری حال مین ہوئی تھی معائنہ کیا۔ یہ اینکٹ محمدی باغ جو میرے علاقہ کا باغ ہے اُسکے قریب بنا ہے مین نے اپنے خانگی سے بھی ایک حصہ رقم دی ہے اس سے میرے باغ کو بھی فائدہ پہونچتا ہے اور میرے باغ کی زمین کا کچھہ حصہ اسمین شریک ہے۔

میری ہمراہی مین برزو جنگ بہادر صوبہ دار۔ اور معتمد صاحب تعمیرات۔ محمد فاضل موراج۔ اور ناظم تعلیمات۔ فصیح الدین صاحب مددگار صوبہ دار۔ خان بہادر مبارک علی صاحب مددگار ناظم کوتوالی اضلاع حاضر تھے آج اس وقت قریب دس بجے کے ہین۔ آفتاب کی تمازت غیر معمولی ہے۔

اسی مقبرہ کے عقب کی زمین مین ناظم تعلیمات نے اپنی کوشش سے اقسام کے انگور کی کاشت کی ہے اور سالہا سال سے اسکی ترقی مین کوشان ہین مگر افسوس یہ ہے کہ اب تک اس مین کچھہ نمایان ترقی نہین ہوئی بارہ بجے مکان پہونچا۔ کھانے سے فارغ ہوکر قیلولہ کیا۔ پانچ بجے کے قریب اپنے دونون دامادون کو ساتھہ لیکر ہوا خوری کے لیے گیا۔ سات بجے واپس ہوکر بعد عشا کے اخبارات کا معائنہ کرکے۔ ایک بجے سو رہا۔

۲۳ صفر ۱۳۲۹ھ روز پنجشنبہ

صبح کو فریدون جنگ بہادر سے ملا۔ اور ایک تار وداعی سرچارلس بیلی کے نام دلوایا سرچارلس بیلی نے اپنی مدت قیام یعنی پانچ سال نہایت نیک نامی اور ہر دلعزیزی سے حیدرآباد مین گزارے۔

انکے جانشین بھی خدا کرے کہ اس خلعت سے مخلّع ہون سرچارلس بیلی کے ساتھ میرے تعلقات نہ صرف رزیڈنٹ اور منسٹر کی حیثیت سے رہے بلکہ درحقیقت وہ جیسے کہ حضور کے سچے خیرخواہ اور حضور کی ریاست کے بہی خواہ تھے۔ ویسے ہی میرے ہمدرد اور دلی دوست رہے طبیعت مین سادگی اور سنجیدگی کے علاوہ راستی پسند و نصفت شعار بھی ہین۔ اور یہی وجوہ تھے کہ انھون نے اپنے کو نیکنام رکھا۔ پانچ سال کی مدت انکی بمصداق ؎

حیف درچشم زدن صحبت یار آخر شد

روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

گزری۔ چھ ماہ کی رخصت پر فی الحال وہ ولایت جائین گے لیکن

امید قوی ہے کہ مشرقی بنگال اور آسام کے وہ لفٹننٹ گورنر ضرور ہونگے۔ خدا یتعالیٰ ان کی عمر اور عزت مین ترقی دے

چونکہ ہفتہ کے روز یعنی ۲۵ جنوری کو کرنل پنہے منصرم رزیڈنٹ ہوکر آنے والے ہین اسلیے مین نے مناسب خیال کیا کہ ان کی مشایعت کے لیے حیدرآباد پہونچون ان سے مین نے شملہ مین جو تنت جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ کا آرڈر حاصل کرنے گیا تھا ملاقات کی تھی۔ اچھے آدمی ہین اسلیے فریدون جنگ بہادر کو حیدرآباد واپس جانے کے لیے کہدیا کہ اور شاہ مرزا بیگ کو حکم دیا کہ ڈبون کا انتظام کرین۔ اس عرصہ مین پیشگاہ خداوندی سے مولوی احمد حسین صاحب نے اس مضمون کا ایک تار دیا کہ " ہفتہ کو رزیڈنٹ آنے والے ہین اور خریطہ کا دربار اُسکے بعد ہوگا۔ سرکار ارشاد فرماتے ہین کہ اگر ان تقاریب مین آپ کسی وجہ سے شریک نہین ہوسکتے تو کسی معین المہام کو جو سینیر ہو اپنے طرف سے مقرر کردین "۔

مین نے اُسکے جواب مین خداوند نعمت کے اس مراحم اور الطاف آمود حکم کا شکریہ عرض کر کے اطلاع دی کہ "وہ جمعہ کی صبح تک حاضر درِ دولت ہونگا - جب تک زندہ ہون میری جان خدمتگزاری کے لیے وقف ہے -"

اس مین شک نہین کہ یہ حضرت خداوند نعمت کی پرورش اور بندہ نوازی ہے کہ ہر وقت اپنے فدائی کا خیال رکھتے ہین -

قریب دس بجے صبح کے ڈاکٹر بہولاناتھ جنکے لیے آج کا ہی وقت مقرر کیا گیا تھا - اُن سے ملاقات کی - یہ ڈاکٹر صاحب قوم کے کھتری ہین - اگرچہ اپنے طرز ظاہری سے بعینہٖ ایک یورپین جنٹلمین معلوم ہوتے ہین مگر در حقیقت - ع

در عمل کوش و ہرچہ خواہی پوش

کے مصداق ہین - نہایت صوفی المشرب اور آزادانہ خیال کے آدمی ہین -

یہ صرف ڈاکٹر ہی نہین - بلکہ یونانی طبیب بھی ہین -

طلاقت لسانی مین طاق - فارسی - اور اردو - اور عربی مین
اچھی مہارت رکھتے ہین - سخن گوئی کے شایق مگر فارسی
زیادہ کہتے ہین چنانچہ انھون نے اپنا کلام مجھے سنایا -
خوشگو ہین - ویدانت اور تصوف جو بظاہر دو نام ہین ایک
مسمی کے اسکے نکات اور رموز سے واقف ہین شغل
اور کسب کی نسبت انکا خیال اوسط درجے مین ہے -
بہت دیر تک ان سے صحبت رہی اور مین نہایت محظوظ
ہوا -

آج میری ایڑی مین درد تھا اسلیے کہین نہین گیا -
شب مین حسب عادت بعد عشا اور معائنۂ اخبار ۱۲ بجے
سو رہا -

۲۴ صفر ۱۳۲۹ھ روز جمعہ

آج جمعہ کی تعطیل ہے - مال اور عدالت کی باقی مثلون کا تصفیہ
کیا - یہان کے وکلا اور دوسرے معززین سے ملاقات

کی۔ طبقہ وکلا نے اس بات کی درخواست کی کہ میرے
مکان کا بیرونی حصّہ انکے کتب خانہ کے لیے عارضی طور
پر دیا جاوے۔ بروقت ضرورت وہ خالی کردین گے۔ مین نے
ان کی یہ درخواست منظور کی۔

اس مین شک نہین کہ آجکل ہرطرف علم کی تحصیل کا
شوق بادبہاری کی طرح پھیل رہا ہے۔ مگر اُسکے ساتھ ہی
مین یہ دیکھتا جاتا ہون کہ یہ شوق اُن پھولون کی تازگی سے
زیادہ عمر نہین پاتا جن پھولون نے چمن مین بادصرصر کی
دست بُرد سے پامال اور تمازت آفتاب کے باعث کمھلا
اور مرجھا کر اپنی عمر تمام کی ہو۔ یا ان کی عمر ایک شب کی ہوتی
ہے جو بستر پہ سیج سجائی جاتی ہے۔

ہمارے ملک کے ہونہار نوجوان کیا بلکہ ہندوستان
کے اکثر طبقہ کے ہونہار نوجوانون مین تقلید کا مادہ بہت
کچھ ہے اور نہایت گرمجوشی اور عجلت کے ساتھ اسطرح
سرایت کرجاتا ہے جسطرح خون رگ اور پٹھون مین سرایت

کرتا ہے یا پانی انگور کے خوشی مین یا روح تن مین یا برق خرمن
مین - لیکن افسوس یہ ہے کہ چند دنون مین ہی اُس شوق
کے کہیت پر ایسا پالا پڑجاتا ہے کہ وہ سرگرمی سرد مہری کے
دامن مین پناہ لیتی ہے - بالخصوص ہماری قوم کے نوجوان
یعنی ہندو اور مسلمانون کے جوان طبقہ کے ہونہار پودون
کے مزاجون مین اکثر کے تو فطرتًا اور قدرتًا شوق ہے
علم و کمال کے حاصل کرنیکا - اور اکثر مقلدون کے گروہ
مین شریک کر سعادت حاصل کرتے ہین - ہر ایک کام کی
ابتدا مین نہایت گرمجوشی اور دلچسپی اور اختلاط اور ارتباط
کے ساتھ ابتدا کی جاتی ہے - اور نہایت کوششون کے
ساتھ بانی اپنے احباب کے اجتماع مین جان توڑ مصیبتین
اُٹھا کر آؤ بھگت جاپلوسی محبت سے سعی کر کے اپنا ہم
خیال کرتا ہے تاکہ انکے دست و بازو اور دم قدم کی بدولت
اسکو مدد ملے - چنانچہ آغاز بسم اللہ یعنی تسمیہ خوانی
کی محفل مین جسطرح یار و اغیار شریک ہو کر داعی کو ممنون

فرماتے ہین اسیطرح نہایت اخلاق اور ہمدردی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ دامے - درمے - سخنے مدد کرنے کے لیے آمادہ ہوجاتے ہین -

جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کمیٹیان منعقد ہوتی ہین صدرنشین اور اراکین کا انتخاب ہوتا ہے -

صدر کمیٹی کے ساتھ ہی سب کمیٹی کی بھی قرارداد ہوجاتی ہے - کوئی کمیٹی کا معتمد بن جاتا ہے اور کوئی شریک معتمد اور کوئی وائس پریسیڈنٹ - کوئی محاسب - کوئی خزانہ دار چونکہ ضرورت بھی انہین عہدون کی مسلمہ ہے اسلیے اتنے ہی پر کفایت اور حصر کیا جاتا ہے جتنے ممبر جمع ہوتے ہین ان سب کے لیے اگر ایک ایک خدمت نامزد ہوجائے تو اسکے قبول کرنے مین کسی کو نہ عذر ہوگا اور نہ تامل اور کمیٹی کے اجلاس نہایت عجلت کے ساتھ زیادہ تعداد مین ہوتے جاتے ہین اور ہر اجلاس مین نت نئی تحریک ہر ممبر کے جانب سے ہوتی جاتی ہے - پارٹیان

دی جاتی ہین - ایٹ ہوم - برکفاسٹ - ڈنر - کے مصارف
نہایت فراخ دلی سے برداشت کرتے ہین - تقریرون
اور لکچرون کی بوچھار سے سامعین کے مزارع قلوب
جل تھل کی طرح بھر جاتے ہین - کوشش یہ ہوتی ہے
کہ منتخب الفاظ اور جدید مضامین لانے کے علاوہ وعدہ
حتمی اور اقرارہاے واثق کے سکے دلون پر جماے
جائین اور نہایت شدومد سے ان مخصوص مذکور وعدون
کے ادائی مین زورون کے ساتھ کام لیا جاتا ہے - یہہ
انمول تقریرین اخبارون کے کالمون مین سیاہ سیاہ حروف
کے لباس کے ساتھ مزین ہوکر سفید سفید صفحون پر
نہایت چمکدار اور خوشنما اور خوشخط صورت مین چھپکر
دنیا کے رکارڈ بنجاتے ہین -

الغرض سال چھہ مہینے تک شب ماہ کی طرح جسطرف
دیکھو اسکا نورظہور - اور جس مجلس اور محفل مین دیکھو اسکے
چرچے - جسکی زبان پر دیکھو اسکی ترانہ سنجی جس اخبار کو اٹھاکر

دیکھیے تو ایک کالم یا نصف یا ربع اُسیکی تعریف اور تذکرے کے لیے وقف ہو چکا ہے۔ لکچروں کی بھرمار نے اچھے اچھے مبصر مقررین کے زبان کو صمٌ بکمٌ کر دیا ہے۔ لیکن اس پندرہ روز کی چاندنی کے بعد یقینی طور پر مان لینا چاہیے کہ اس مضمون سے ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا

ضرور ہمکو سابقہ پڑنے والا ہے۔ پھر یہ اندھیری رات تمام عمر کے لیے ہے آپس کی فیلنگس اور ناجائز ان بن کے تصدق میں مخالفتیں شروع ہو جاتی ہیں دوستی کی شیرینی میں ناچاقی کی کھٹاس شریک ہو کر بدمزہ کر دیتی ہے۔ چونکہ مختلف طبائع شریک رہتے ہیں اور وہ صرف مقلد ہی مقلد ہیں۔ تعلیم اور تربیت کے اسکول میں کوئی امتحان تو پاس کیا ہی نہیں۔ سوسائٹی کی یونیورسٹی سے کوئی ڈپلوما حاصل کیا ہی نہیں۔ اسلیے پھر کیا تھا۔ آناً فاناً اس ہرے بھرے

باغ مین جہان بادِ بہاری کے جھونکے بڑے شوق وارمان کے ساتھ پنکھے جھلتے تھے بادِ سموم کے گرم گرم جھونکون سے باغ اور اُسکی بہار اور اسکا جوبن اسکا شباب نذر دستبردِ خزان ہونے لگا۔ بانی جس نے مبارک نبیاد ڈالنے مین اپنی سعی موفور کو صرف کیا تھا اسکی وہ سعی مشکور ہونے کے عوض وہ صرف مردود ہی نہین ہوتا بلکہ حسد اور رشک اور لبغض کے بدولت دلون مین یہ خیال سما جاتا ہے کہ یہ نیک نامی کاش ہمکو حاصل ہوتی اور ہم اسکے بانی بنتے اور جو کچھ کرتے ہمین کرتے۔ پھر کیا تھا۔ حیلہ جو را بہانہ بسیار ممبرونکا اجتماع اوراق پریشان یا زلف جانان کی طرح پریشان ہونے لگا۔ آج ایک علیحدہ ہو گیا کل دو۔ نوبت باینجا رسید کہ کمبخت نصیبون کا مارا جو بانی ہے وہی بیک بینی و دو گوش اپنا سا منہ لیکر بے وارث کی طرح منہ چھپائے ہوے کس مپرسی کی حالت مین رہ جاتا ہے۔ جو احباب دستگیر اور مددگار تھے وہ کبھی یہ بھی نہین پوچھتے کہ

(باقی) زندہ ہے کہ مرگیا۔ اگر زندہ ہے تو کس حالت مین ہے۔ پریزیڈنٹ اپنے گھر کے بال بچون کے تو پریزیڈنٹ تھے ہی اس سے مستعفی ہوے تو کیا وہ تو یہ جانتے ہی ہین کہ یہ پریزیڈنٹی ابھی اپنی زندگی تک ہے۔ اور مربھی جائین گے تو انکے خاندان مین نسلاً بعد نسل قایم رہے گی۔ کوئی خدمت یا خطاب یا تمغہ تو ہے ہی نہین کہ زندگی تک گلے کا ہار رہے بعد اسکے داخل دفتر۔

وائس پریسیڈنٹ نام کے ہی تھے۔ اِسلیے انہین یہ خبر بھی نہین ہوئی کہ مین وائس پریزیڈنٹ ہون کہ نہین اگر کبھی خواب سا خیال گذر بھی جاے کہ فلان کمیٹی کا وائس پریزیڈنٹ تھا۔ افسوس ہونا تو کجا۔ یہ کہکر خوش ہوتے ہین "اچھا ہوا کہ یہ پھندا میرے گلے سے نکل گیا"

معتمد بیچارہ قلم کان مین اور دو لوٹن ہاتھ جیب مین رکھکر روداد ون کے خواب دیکھتا ہوا اپنی نیند مین بڑبڑاتا ہوا اور اپنے کیے پر کبھی پچھتاتا ہوا۔ اور کبھی اپنے ناکامی پر سر پٹیا

ہوا پڑا پھرتا ہے گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اسکو مالی خولیا ہو گیا۔
یا ایکسو پانچ درجہ بخار آگیا کہ دماغ مین سرسامی کیفیت پیدا ہو گئی
ہے۔ یا مجذوب صاحب ہو کر کہین مشرق کی غوثیت۔ اور
شمال کی قطبیت حاصل کی ہے۔ اب وہ اپنے معزز ارکان
جو محب صادق ہونے کا دعویٰ کرتے تھے ان کی خدمت
مین خط بھی لکھتا ہے تو جواب استغنا کے حوالے ہو جاتا
ہے۔ اگر ملنے کے لیے گھر جاتا ہے تو سگ و دربان بمصداق

این گریبان گرفت وآن دامن

پالے پڑ جاتے ہین رسائی اور بار پانا تو کجا ٹکا سا جواب
ملجاتا ہے۔ اگر کوئی مساوی درجہ کا دوست ہو تو اسکے خط کے
جواب مین عذر لنگ لکھا جاتا ہے۔ وقت ملاقات کا سوال ہو
تو بیماری یا شادی مہمانی کا عذر رکھا ہوا ہے۔

شہر یک معتمد انگشت ششم تو ہوتا ہی ہے وہ اسی حال
مین اپنے مست رہتا ہے۔ یا تقدیر پر اپنی شاکر۔ یا چرخ کا
شاکی۔

محاسب صاحب کی قسمت مین زیر باقی تو ہے ہی اس سے کہان نجات ملتی ہے۔

با کارم و بیکارم چون مد بحساب اندر

خزانہ وار رقم کی فاضلات کے غم یا عدم ادائی باقیات یا فاضلات کے رنج مین ایسے مبتلا کہ ایک ایک پیسہ کی فاضلات ایک ایک روپیے یا ایک ایک پیسے کا کلیجہ پر داغ ہوجاتا ہے

دیندار و داغ سے پیسونکے لئے

سینہ میرا تو گلستان ہوگیا

آخرالامر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو وہ بہار ہے۔ نہ وہ شوق نہ وہ ہوس۔ نہ وہ ولولہ۔ نہ وہ مستی۔ نہ وہ نشہ۔ نہ وہ ہمدردی نہ وہ اتفاق۔ نہ وہ جلسے۔ نہ وہ بزم آرائیان۔ نہ وہ آرزوئین۔ نہ وہ امیدین۔ نہ وہ دل۔ نہ وہ حوصلے۔ نہ وہ جرائین۔ نہ وہ دماغ۔ نہ وہ سوچ۔ نہ وہ فکر۔ نہ وہ جوش۔ نہ وہ ہمت۔ نہ وہ محبت۔ بمصداق

امید کیا ہے بادبہاری۔ کی عمر کی

ہے تیز رو ہوا ادھر آئی ادھر چلی
ایک سناٹے کا عالم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اگرچہ ہم دیکھتے آئے ہین اور ہمارا تجربہ ہے کہ شب کے ساتھ شب تاریک ضرور ہے کوئی انوکھی بات نہین۔ مگر دوسرے اقوام انھین تاریک راتون مین برقی روشنی یا شمع کافوری یا کیاروسن آئیل کی روشنی کے ذریعہ سے اپنی راتون کو چراغون کی بہار کرکے اس مین شب مہ سے زیادہ کام لیتے ہین اور کام کرتے ہین اور ہمت نہین ہارتے۔ حوصلون کو پست نہین ہونے دیتے۔ لیکن ایک ہم ہین کہ اندھیری رات کیا آئی گویا موت آگئی۔ انجام بخیر ہو تو کیونکر ہو۔ جو زندہ ہین وہ نا خدا بنکر اپنی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش کرین گے۔ مردے بھی کہین کچھ کرسکے ہین بلکہ مردہ بدست زندہ اسلیے بدقسمتی سے ہماری امیدون کے نخل بارور اور شاداب نہین ہونے

پاتے - یا تو ایک زمانہ وہ تھا کہ ہمارے گزشتہ افراد کے نام موجودون کی فہرست مین روشن حروف کے ساتھ لکھے ہوے اب تک نورانی حرفون مین چمک رہے ہین - ایک ہم ہین کہ مقلد بننے کا بھی حوصلہ نہین رکھتے - واے بر ما و بر حال ما - فاعتبروا یا اولی الابصار - خدا جانے قلم کدہر کیا کدھر بہک گیا - بہر حال قریب ساڑھے نو بجے کے زنانے کو اسٹیشن پر لاکر سیلونون مین سوار کرایا - پلاٹ فارم پر جو عہدہ دار حاضر تھے انکو خدا حافظ کہہ کر مین بھی سوار ہو گیا گاڑی روانہ ہوئی -

ناندیڑ کے اسٹیشن پر میری نانی راجہ گنگا پرشاد آنجہانی کے بیوی - جو مجھ سے ملنے کے لیے بلدہ سے اورنگ آباد کی جانب آرہی تھین - انکو اپنے سیلون مین لے لیا -

دو بجے نظام آباد پہونچا - ڈبون کو ٹرین سے علحدہ کرا دیا - یہان زنانے کے سیلون کے قیام اور زنانے کے خورد نوش کے لیے کیامپ کا انتظام لیاقت جنگ بہادر نے

نہایت لیاقت اور خوش سلیقگی سے کیا تھا - اور ہر طرح اشیاے ایحتاج مہیا رکھے گئے تھے - چنانچہ نظام آباد کی صنعت کے مٹی کے پتلے قدم آدم کے برابر - چپراسی - اور سقہ اور بہمن وغیرہ کیمپ کی آرایش مین حصہ لیے ہوے تھے -

مین نے اپنی منجھلی لڑکی کو جو لیاقت جنگ بہادر کی بہو ہے اُنکے مکان کو مع دوسری کم سن لڑکیون کے روانہ کر دیا محلات اور مین سیلو نٗ ن مین ہی رہے اور کیامپ مین کھانا کھایا -

چھہ بجے کے قریب تعلقہ دار صاحب کو ساتھ لیکر سواری گاڑی کچھ دور تک ہوا خوری کے لیے گیا - افسوس ہے کہ یہان بھی مجھے دفاتر وغیرہ مین پھر کر اس بات کی جانچ کرنے کا موقع نہین ملا کہ میرے سابق کے دورہ کے زمانہ سے اسوقت تک کن ابواب مین ترقی ہوئی اور کون سے ابواب اصلاح طلب ہین - ہوا خوری سے واپس ہوتے ہوے لیاقت جنگ بہادر کے مکان مین اترا

رانی صاحبہ سرناپلی سے ملاقات کی۔ یہ رانی نہایت خوش سلیقہ اور مخیر اور منتظمہ ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے سفرنامۂ دورہ نظام آباد میں انکے متعلق اپنی راے ظاہر کر دی ہے۔

قریب آٹھ بجے کے پھر اپنے سیلون میں آگیا۔ بعد عشا کے میرے بچے بھی لیاقت جنگ بہادر کے مکان سے واپس آگئے۔ دس بجے رات کے ریل حیدرآباد کی جانب روانہ ہوئی۔

ایک میرے دور کے رشتہ داروں سے جنکا نام لکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ جب ناظرین اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو خود پہچان لیں گے کہ میں کس کے طرف مخاطب ہوں۔ میرے ساتھ ہو لیے ادا بے تعزیت کے بعد نہایت ہمدردی سے کہا کہ "بھگوان سلامت رکھے اگرچہ بہت بڑا داگ" "(داغ) ہوا لیکن مقدر کے آگے کسی کا کیا اجارہ ہے" "سنا جاتا ہے کہ بیکنٹھ باشی۔ یعنی مرحوم۔ کی والدہ"

"حاملہ ہین پرمیشور ایک جیتا جاگتا فرزند عنایت کرے"
"بھگوان کی دیا سے امید تو ہم سبکو ایسی ہی ہے۔ کہ"
"ہمار ہی کوم (یعنی قوم) کا پالن ہار ہوگا۔ اگر بھگوان نکرے"
"توبہ کرکے۔ کان پکڑ کے۔ دشمنون کے کان بھرے شیطان"
"کے کان مین بلین۔ صاحب جادی (یعنی صاحب زادی)"
"تولد ہو تو پھر سرکار نے کیا سونچا ہے۔"
(مین) آپ کی ہمدردی کا شکر گزار ہون مگر اس اخیر فقرے
کے معنی سمجھا نہین۔
(دوست) جی نہین۔ اگر کسی ہندورانی سے صائب جادہ
(صاحب زادہ) نہوا تو۔ یہ چندو لال کی گدی اور ہم لوگن
کی (لوگون کی) پرورس (پرورش) کیسی ہوگی۔
(مین) کیا مہربان۔ آپ کیسکے مرسلہ ہین یا آپکو مالیخولیا ہے کیا
کہہ رہے ہو۔ ہندورانیون کی تقدیر مین اگر کوئی لڑکا نہین
ہے تو مین قدرت کا مقابلہ نہین کرسکتا یہ ایک قومی اور
خاندانی رواج کا خیال ہے۔ لیکن۔

کارے کہ خدا کرد بشر را چہ مجال

مین قدرت کے خلاف کیا کوئی کوشش کرسکتا ہون۔ خدا رکھے میرے اور دو لعل۔ روشن ستارے خاندان کے چراغ قایم ہین یہی جانشین اور میرے وارث جائز ہونگے وارث کو قوم اور غیر قوم سے کیا سروکار آخر اولاد میری ہے آپ یہ پیام ان کو دیدیجیے جن سے تعلیم پاکر آپ یہ پیام پہونچانے آئے ہین۔ ورنہ (بنادٹی غصہ سے) یاد رہے کہ ریل کے ڈبہ سے ابھی آپکو پھینک دونگا کہ آپکا پتا بھی نہ لگے گا۔

(دوست) (گھبراکر) پرمیشور کی کسم (قسم) ہے کہ مین کھیر کھائی (خیرخواہی) سے ارج (عرض) کیا۔ گھبراکر۔ مین اگلے ٹیشن (اسٹیشن) سے اتر جاتا ہون۔ میرا کسور (قصور) بولا چالا ماف (معاف) کرنا۔

(مین) دوسرے اسٹیشن تک خاموش رہا پھر کوئی بات نہ کی۔ اورجب اسٹیشن آگیا فوراً اتار دیا۔

ناظرین میرے عنایت فرماؤن کے خیالات فاسد اور انکی

عداوت اور کوتہ اندیشی اور انکے لوٹ لینے کے تدابیر کو
بخوبی سُنکر فیصلہ کرینگے کہ کیسے کیسے۔ خدا کے بندے
میری عزت اور جان و مال اور خاندان کے دشمن بنے
ہین۔ مگر

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست
خدا کا شکر ہے کہ مین محسود خلایق ہون

الغرض جیسے جیسے ٹرین حیدر آباد کی سمت جاتی تھی میرے
دیدۂ و دل مین پھر وہی تصویر کیسکی پھرنا اور اسکی مفارقت
کے غم کا سین رونما ہونا شروع ہوا۔ اللہ اللہ بہت کوشش
کی کہ سو رہون مگر کہان کا خواب اور کہان کا آرام۔ ادھر
دو منٹ پلک جھپکی نہین کہ کسی کے خیال نے پہلو مین چٹکی
لیکر جگا دیا۔ اسی حالت اضطرار مین تھوڑی دیر سو رہا۔

۲۵۔ صفر ۱۳۲۹ھ روز شنبہ

آج صبح کے چھ بجے حیدر آباد داخل ہوا۔ بہت سے ایسے

اسباب اب تک درپیش رہے کہ جسکی وجہ سے مجھے بلدے
سے نفرت سی ہوگئی ہے چونکہ مین۔ اُن حالات کیوجہ
سے بلدہ مین اب کسی طور سے نہین جا سکتا تھا مجملہ اُنکی ایک
وجہ یہ بھی ہے کہ میرا مسکن جس مقام پر ہے وہان کی
آب وہوا نہایت ہی مضر ہے جسکی وجہ سے مین نے
اولاد کا نہایت نقصان اُٹھایا۔ اِسلیے اب یہ ارادہ کرلیا
کہ سوا عیدین اور خاص تقاریب کے مواقع کے نہ مین
بلدہ جاؤن اور نہ خدا رکھے بچون کو جان بوجھ کر مصیبت
مین ڈالون لہذا فی الحال کوہ شریف پر رہنا مناسب
خیال کر کے محلات اور منجھلی لڑکی کو کوہ شریف روانہ کردیا
کتخدا لڑکیون کو اور چھوٹے لڑکے کی بہنون کو ان کی
والدہ کے پاس جو بوجہ زچگی کے بلدہ ہی مین تھی بھیجدیا۔
اسٹیشن پر۔ کپتان سردار پریم سنگھ۔ مولوی محمد علی صاحب۔
مولوی ہدایت علی صاحب۔ سید ولی الدین صاحب۔
موہن لال معتمد پیشکاری۔ گوبند پرشاد صاحب سررشتہ دار

اور انکے برادر کلان - اور بعض احباب نے تکلیف کی تھی اُن سے ملاقات کی اور موٹر مین سوار ہوکر - کرنل افسر الملک کی عیادت کے لیے گیا - اُن سے ملا اور عیادت کی - اس مین شک نہین کہ کرنل افسر الملک سرکار کے اسٹاف کے نورتن مین ایک انمول ہیرا ہین بحیثیتِ مجموعی یہ شخص اپنی آپ نظیر ہے - خداے تعالیٰ ان کو صحت دے اور عمر دراز کرے وہان سے سیدھا کوہ شریف پہونچا -

حمام سے فارغ ہوکر چاے نوشی کی - بعض احباب یہان تشریف لے آئے تھے - اُن سے ملا - انواع واقسام کی مخالف خبرین انکی زبانی سنین اور ان کی پریشان حالت کو یہ کہہ کر مطمئن کردیا ؎

توانم آنکہ نیازارم اندرونِ کسے
حسود را چہ کنم کوز خود برنج درست

اسکے بعد - جب زنانے مین گیا تو وہان کی پریشان حالی

دیکھکر میرا دل از بس متاثر ہوا۔ بہت دیر تک اپنے جی کو بہلایا۔
اور کیفیات دلی کو نظم مین قلمبند کیا۔

وھوھذا

گھر مین آتے ہی حواس اپنے پریشان ہوگئے
حسرت واندوہ وغم کے جمع سامان ہوگئے
بات جو بھولی ہوئی تھی پھر سبھے یاد آگئی
لاکھ روکا ضبط نے پر لب پہ فریاد آگئی
پھر گئی آنکھون مین صورت میرے نورالعین کی
چین سب جاتا رہا اور آئی نوبت بین کی
ہوگیا جوشِ جنون مین اور بھی جوشِ جنون
سر مین اُچھلا رنگِ سودا بڑھ گیا رنجِ درون
جوشِ وحشت نے بنایا آہوِ صحرا سبھے
یاد آئے دل کے ارمان کیا کہون کیا کیا سبھے
آبلہ پائی کو نوکِ خار کا چسکا لگا
دستِ وحشت جیب و دامان چاک کرنیکو بڑھا

ہر در و دیوار سے ماتم کی آئی تھی صدا
یاد آئی صورت اُسکی محوِ حیرت ہو گیا

چھ مہینے اس مکان مین بھی وہ نورِ چشم تھا
راس آئی یانکی بھی اصلا نہ کچھ آب وہوا

ہو گیا دل پر مرے قبضہ ہجومِ یاس کا
جو خیالِ غیر آیا بس وہ باہر گیا

درد پہلو سے مرے اٹھ اٹھ کے کہتا تھا یہی
شاد ہوتی ہے بُری دلکی جلن دل کی لگی

ہر دہانِ زخم میرا پھر نمکدان ہو گیا
سینہ داغون سے مرا رشکِ گلستان ہو گیا

پھر جگر مین ٹیس دل مین پھر کھٹک پیدا ہوئی
آتشِ سوزِ درون سے آہ شعلہ زا ہوئی

پھر بھر آیا دل بھر آنکھین اپنی پُر نم ہو گئین
خون برسانے پہ پھر آمادہ اکدم ہو گئین

دامن دریا سے بڑھ کر دامن تر ہو گیا

اشک غم کا ایک اک قطرہ سمندر ہو گیا
ٹھنڈی ٹھنڈی سانس تھی ہر اک ہوائے شعلہ بار

التہاب دل سے پھر آئینگو تھا مجکو بخار
آسمان کا شکوہ قسمت کی شکایت کیا کرون

بدنصیبی کی بیان یارب حکایت کیا کرون
حسرتین جتنی تھین دلمین نذر حرمان ہو گئین

مشکلین مجھ پر پڑین اتنی کہ آسان ہو گئین
وہ نخل تمنا کے ہوے پامال ہاے

کیا کہون اپنے دل ماتم زدہ کا حال ہاے
اسطرف ہر دم مرے دلکی بڑہی افسردگی

اسطرف ہر غنچہ کو ہوتی چلی پژمردگی
دل یہ کہتا تھا کہ چیخون آسمان کو سر پہ لون

اور آنکھین کہتی تھین اشکون کے بدلے روؤن خون
ہاتھ کہتے تھے گریبان اپنا کر دون تار تار

ضبط سے نالون کے دم گھٹتا تھا میرا بار بار

تاسبکے شکوہ کسیکا اور شکایت کیا کرون
اپنی بیتی کی بیان ہین اب حکایت کیا کرون

کیون مرے احباب آکراب مجھے سمجھاتے ہین
راستہ پر کیا کسی دیوانے کو بھی لاتے ہین

آپ کے سمجھانے سے ہو گی تشفی کسطرح
اسدلِ وارفتہ کو ہو گی تسلی کسطرح

دل کو تسکین دیگا میرے نام اک اللہ کا
اور کوئی دوست ہو سکتا ہے کیا اسکے سوا

بس ہے کل من علیہا فان تسکین کیلیے
نسخۂ اکسیر ہے یہ شاد غمگین کے لیے

غزل

اُسکے مرنے کا بہانا ہو گیا
اور یہان آنسو بہانا ہو گیا

زندگی سے ہے واقعہ گذرا ہوا
اِسلیے مرنا فسانا ہو گیا

آ گرے دل مین مرے رنج والم
جبکہ انکا یان سے جانا ہو گیا

کہتے ہین فریاد سنکر وہ مری
یہ تو بلبل کا ترانا ہو گیا

درد دل مین اور شدت ہوگئی
اُسکے مرنے کا بہانا ہوگیا

اُٹھ گیا جب میرا اُس دل کا مکین
کیا کہون برباد خانا ہوگیا

جا ہے عبرت ہے یہ دار امتحان
اسکا مرنا تازیانا ہوگیا

قبر پر ہے کیا ضرورت سایہ کی
چرخ نیلی شامیانا ہوگیا

سر چڑہا ہی جب سے معشوقون کی شاد
کیا کہون مغرور شانا ہوگیا

دوپہر مین قیلولہ کرکے اُٹھا اور یہ دو غزلین اپنے حسب حال کہین۔

یہ تن ہے باغ سراپا کہ داغ داغ ہون مین
شرار عشق سے جلتا ہون وہ چراغ ہون مین

ستانہ مجکو فلک دم مرا غنیمت ہے
کہ کاروان گذشتہ کا بس سُراغ ہون مین

شراب عشق کی مستی سے ہون ہمیشہ مست
کبھی نہ بادہ سے خالی ہو وہ ایاغ ہون مین

مری ہی ذات سے قدرت کا سب تماشہ ہے
بہار باغ ہون مین کوہ او رراغ ہون مین

نہ چھیڑ ذکر من و تو کا واعظِ ناداں
کہ ذکرِ غیر کے سننے سے بد دماغ ہوں میں

ہے جس سے محفلِ عرفاں کو روشنی حاصل
اسی چراغ کا روشن کیا چراغ ہوں میں

رُلا نہ مجکو تو اے غم بس اب خدا کے لیے
اُجاڑ دلکو نہ میرے بہارِ باغ ہوں میں

مرے ہی غنچۂ دل کی ہے ہر طرف خوشبو
جوابِ نکہتِ تازہ کنِ دماغ ہوں میں

ہزار شکر مصیبت میں بھی ہوں میں شاداں
ہر ایک حال میں واللہ باغ باغ ہوں میں

ہوں شکلِ نقشِ قدم میں نہ پایمال کرو
گئے جو سوے عدم اُنکا ہی سراغ ہوں میں

یہ کائنات ہے جس آفتاب سے روشن
اسی کے نور کا اے شاد ہاں چراغ ہوں میں

وله

اوج پر آئی تھی قسمت رہگئی ‎ | ‎ آتے آتے ہاتھ دولت رہگئی

غم پسر کا جب بکین دل ہوا ‎ | ‎ مٹ گئے ارمان وحشت رہگئی

جا چکی تصویر نظرون سے مری ‎ | ‎ روبرو آنکھون کے حیرت رہگئی

جب ہوئی اعمال کی پرسش وہان ‎ | ‎ ساتھ میرے اک خجالت رہگئی

بعدِ مردن مرقدِ عشاق پر ‎ | ‎ روتے روتے شمعِ تربت رہگئی

آرزوئین مٹ گئین دل کی مگر ‎ | ‎ دل کی مونس ایک حسرت رہگئی

اب کہان کی دوستی باقی رہی ‎ | ‎ تھی جو اک صاحب سلامت رہگئی

یہ جہان ہے کثرتِ وحدت نما ‎ | ‎ درحقیقت ایک وحدت رہگئی

عہدِ طفلی جا چکا تو کیا ہوا ‎ | ‎ دل مین تو اُسکے شرارت رہگئی

بیکسی مین کون ہوا اپنا رفیق ‎ | ‎ ایک رونے کو مصیبت رہگئی

مٹ گئے اے شاد گو صبر و قرار
شکر ہے دل مین محبت رہگئی

سرکار مین حسبِ عادت عرضِ آداب کے ساتھ ابھی

حاضری کی اطلاع دینے کے لیے اخباری کو روانہ کر دیا۔
یہ مختصر دو ہفتہ کا سفر اسی حالت میں ہوا۔

الحمد للہ والمنۃ

انچہ از دوست میرسد نیکوست

تمت